ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
48
www.tanzeem.org
10تا16ربیع الثانی1440ھ/18تا24دسمبر2018ء

مومن صرف اللہ پر توکّل کرتے ہیں!

ایمان کا ثمرہ اور لب لباب ’’توکّل علی اللہ‘‘ قرار دیا گیا کہ ﴿ وَعَلٰی رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴾ (الانفال:2) ’’اور وہ (اہل ایمان) اپنے پروردگار پر توکّل کرتے ہیں‘‘۔ چنانچہ توکّل صرف اللہ پر ہو، توکّل سازوسامان اور اسباب ووسائل وذرائع پر نہ ہو، توکّل اپنے زورِ بازو پر نہ ہو، توکّل اپنی ذہانت وفطانت پر نہ ہو۔ راہِ حق میں جو کچھ تمہیں کرنا ہے اس کے لیے بھی بھروسا اگر اپنے زورِ بازو اور اپنی ذہانت وفطانت پر ہے تو پھر بھی ناکام ہو جاؤ گے۔ توکّل کلیتاً اللہ کی تائید ونصرت پر، اللہ کی توفیق پر اور اللہ کی مدد پر ہو۔ ہمارا کام محنت کرنا، مشقت جھیلنا، ایثار کرنا اور قربانیاں دینا ہے۔ اگر ہم یہ کر گزریں تو ہم تو سرخرو ہو جائیں گے۔ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا، اور اُس وقت ہوگا جب اس کو منظور ہوگا۔ یہ فیصلہ ہماری خواہش کے مطابق نہیں ہوگا۔ ہم تو چاہیں گے کہ فوراً ایک کر منزل پر جا پہنچیں ؎ منزل کی طرف دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے! ہر شخص یہی چاہے گا۔ کون چاہے گا کہ میں چلتا چلا جاؤں، چلتا چلا جاؤں اور منزل پھر بھی نگاہ کے سامنے نہ آئے۔ لیکن اس کے لیے بھی تیار رہو کہ اللہ کو ابھی مطلوب نہیں ہے تو پھر ہمیں بھی وہی چیز پسند ہے جو اسے پسند ہے۔ یہ راضی برضائے ربّ کا مقام ہے۔

حزبُ اللہ کے اوصاف
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

16 دسمبر

دین کا حقیقی مفہوم اور تقاضے

مطالعۂ کلام اقبال (98)

عمران خان کے 100 دن

طریق کوہکن میں بھی......

کتابِ انقلاب

معاشی ترقی کا اصل راز

سیدین شہیدین کی لازوال تحریک

الہدیٰ (832)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ہر بندے کے اعمال تولیں جائیں گے!

سُورۃُ الْاَنْبِیَاء | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات: 45 تا 50

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۡ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ
مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ
بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

آیت ۴۵ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۡ﴾ ”آپؐ کہہ دیجیے کہ میں تم لوگوں کو خبردار کرتا ہوں وحی کے ذریعے سے“

﴿وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾ ”اور بہرے نہیں سنتے کسی پکار کو جب انہیں خبردار کیا جاتا ہے۔“

اگر آپ ایک بہرے کو چلا چلا کر خبردار کر رہے ہوں کہ تمہارے پیچھے سے ایک شیر تم پر حملہ آور ہونے جا رہا ہے تو وہ کہاں خود کو اس خطرے سے بچائے گا۔ یہی مثال ان منکرین کی ہے جو دعوتِ حق کی آواز سننے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں۔

آیت ۴۶ ﴿وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾﴾ ”اور اگر انہیں آپؐ کے رب کے عذاب کا ایک بھبکا بھی لگ جائے تو فوراً چیخ اٹھیں گے کہ ہائے ہماری شامت‘ ہم ہی ظالم تھے۔“

یہی لوگ جواب اکڑ اکڑ کر باتیں کرتے ہیں اور آپؐ پر طنز و استہزاء کے تیر برساتے ہیں‘ عذابِ الٰہی کا ایک جھٹکا بھی نہیں سہہ سکیں گے اور دہائی مچانا شروع کر دیں گے کہ قصوروار ہم خود ہی تھے۔

آیت ۴۷ ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ﴾ ”اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کی میزانیں لا کر رکھ دیں گے‘ پھر کسی جان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

﴿وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ﴾ ”اگر ہو گا کوئی (عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی تو اسے ہم لے آئیں گے۔“

﴿وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾﴾ ”اور حساب لینے کے لیے ہم کافی ہیں۔“

اس سلسلے میں ہمیں کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہوگی۔

آیت ۴۸ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾﴾ ”اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو عطا کی تھی فرقان (کتاب)‘ روشنی اور نصیحت متقین کے لیے۔“

آیت ۴۹ ﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾﴾ ”جو ڈرتے رہتے ہیں اپنے ربّ سے غیب میں (ہونے کے باوجود) اور وہ قیامت (کے تصور) سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔“

آیت ۵۰ ﴿وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ﴾ ”اور اب یہ بابرکت ذکر (قرآن) ہم نے نازل کیا ہے۔“

اس سے پہلے ہم نے تورات نازل کی جو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی تھی‘ اس میں مؤمنین متقین کے لیے روشنی اور نصیحت بھی تھی‘ اور اب ہم نے اپنا بابرکت کلام قرآن کی صورت میں نازل کیا ہے۔ ﴿اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾﴾ ”تو کیا تم اس کا انکار کر رہے ہو؟“

فرمان نبویؐ

مومنین کے لئے استغفار

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِيْنَ مَرَّةً كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ))

(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو بندہ عام مومنین و مومنات کے لیے ہر روز 27 دفعہ اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی دعا کرے گا، وہ اللہ کے اُن مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی محبوب ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت و خیر خواہی اور ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ جس طرح مخلوق کے لئے کھانے، کپڑے کے قسم کی زندگی کی ضروریات فراہم کرنا اور ان کو راحت و آرام پہنچانا وغیرہ، اس دنیا میں ان کی خدمت اور نفع رسانی کی صورتیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بندوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا بھی اُخروی زندگی کے لحاظ سے ان کی بہت بڑی خدمت اور ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 ربیع الثانی 1440ھ جلد 27
18 تا 24 دسمبر 2018ء شمارہ 48

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا .... (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

16 دسمبر

میدان کھیل کا ہو یا جنگ کا، کوئی ٹیم، کوئی جماعت، کوئی قوم اور ملک یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ اس کا مقدر صرف اور صرف فتح ہے۔ جنگوں کے حوالہ سے اُمت مسلمہ کا ریکارڈ انتہائی شاندار ہے۔ مسلمانوں کو ایک زمانے میں مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو کبھی شکست نہیں ہوئی۔ بہت سے مواقع پر مسلمان شکست سے دوچار ہوئے اور دشمنوں کو فتح ہوئی۔ یہاں تک کہ غزوۂ اُحد میں نبی آخر الزماں ﷺ کی موجودگی میں جزوی اور وقتی نوعیت کی ہی سہی لیکن شکست تو ہوئی تھی۔ لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ اُمت مسلمہ کی تاریخ میں ہمیں ڈھونڈے سے بھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ مسلمانوں کی نصف لاکھ کے قریب فوج نے جس کے پاس مناسب اسلحہ بھی تھا، یوں دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہوں جیسے ستائیس سال پہلے 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان کی فوج نے ڈھاکہ میں بھارتی فوج کے سامنے ڈالے تھے۔ گویا اُمت مسلمہ پر جو یہ قیامت ٹوٹی اور اس کا دامن داغدار ہوا تو اس کی وجہ پاکستان بنا۔ اس عبرتناک اور ذلت آمیز شکست کا ذمہ دار کون تھا؟ کسی ایک فرد یا جماعت یا ادارہ کے سر شکست کا سہرا تو باندھا جا سکتا ہے لیکن حقیقت میں پوری پاکستانی قوم اس کی بحیثیت مجموعی کسی نہ کسی درجہ میں ذمہ دار تھی اس حوالہ سے دو آرا نہیں ہو سکتیں۔

بھارت کے کردار کا ذکر کیا جا سکتا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس انجام تک پہنچانے میں بھارت کا فعال اور کلیدی رول تھا، لیکن بھارت کو دوش دینا یا اس کا گلہ کرنا حماقت عظمیٰ ہوگی۔ اس لیے کہ کون نہیں جانتا کہ روزِ اوّل سے ہی پاکستان بھارت کو کانٹے کی طرح چبھتا رہا ہے۔ ہماری رائے میں بنگلہ دیش کے عوام کو ذمہ دار ٹھہرانا بھی زیادہ صحیح نہیں، اس لیے کہ انہیں تو سمجھایا گیا تھا بلکہ ان کی برین واشنگ اس طرح کی گئی تھی کہ تمہیں مغربی پاکستان والوں نے غلام بنا لیا ہے، اٹھو اور آزادی حاصل کرو! اصلاً اس کے ذمہ دار حکمران تھے اور سب سے زیادہ ذمہ داری فوج پر آتی ہے، اس لیے کہ اُس وقت فوج حکومت پر بھی قابض تھی۔ رہ گئی بات سیاست دانوں کی تو ان سے خیر کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔ سانحہ 71ء سے پہلے بھی ان کا رویہ غیر ذمہ دارانہ تھا، بعد ازاں بھی وہ ہمیشہ قوم کے لیے شرمندگی کا باعث بنے۔ دیانت، امانت، اخلاق اور انصاف کے حوالہ سے ان کا سفر پستی کی طرف جاری ہے۔ اور ہمارے لیے خاصا مشکل ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ اس ملک کی تباہی و بربادی کی زیادہ ذمہ دار فوج ہے یا سیاست دان یا بیوروکریسی۔ اگر تاریخ پاکستان پر سرسری سی نگاہ ڈالیں تو قارئین بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم ایک دن کے لیے بھی اتنے صحت مند نہیں تھے کہ کوئی فعال رول ادا کر سکتے۔ لیاقت علی خان 4 سال تک سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر سازش کا شکار ہو کر زندگی کی بازی ہار بیٹھے۔ اکتوبر 1958ء یعنی پہلے ایوب خانی مارشل لاء تک سیاست میں گندگی اور غلاظت کے سوا

کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک رات میں ایک نئی سیاسی جماعت کا جنم لینا اور پارلیمنٹ کی اکثریت کا اس نئی جماعت کی گود میں جا بیٹھنا اِس بات کا واضح ثبوت ہے۔ حکومتیں کس طرح بدل رہی تھیں اس پر بھارت جیسے دشمن ملک کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کا یہ تبصرہ غلط نہ تھا ''میں اتنے کپڑے نہیں بدلتا جتنی پاکستان میں حکومتیں بدلتی ہیں''۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اکتوبر 1958ء میں پاکستان کی سلامتی پر ایسا وار ہوا جس کے نتیجہ میں مضروب پاکستان بالآخر 1971ء میں دولخت ہو گیا۔ اس موقع پر بھی ملک کے نوے فیصد سے زائد سیاست دانوں نے ہوسِ دنیا اور ہوسِ اقتدار میں اصولی اور جمہوری موقف کو نظرانداز کیا اور شب خون مارنے والے فوجی آمر سے آگے بڑھ کر تعاون کیا۔

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ ایوب خان کا دور تو ملک کی ترقی کے لحاظ سے سنہری دور رہا ہے۔ انہوں نے مشرقی پاکستان پر خصوصی توجہ دی جس کے معاشی سطح پر بڑے اچھے نتائج بھی نکلے۔ لوگوں کو روزگار ملا' خوشحالی آئی' بحیثیت مجموعی پاکستان کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی، ہمارا ایک روپیہ بھارت کے 1.75 روپے کے مساوی تھا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب درست لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ایوب خان کا اپنی حدود سے تجاوز کرنا اور حکومت پر قبضہ کرنا سقوطِ ڈھاکہ کی بنیادی وجہ بنا۔ حقیقت میں یہ بنگالی عوام کے جمہوری حق پر ڈاکہ ڈالا گیا تھا۔ وہ آبادی کے لحاظ سے مغربی پاکستان سے اکثریت میں تھے، لہٰذا ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر قوی امکان تھا کہ بنگالی مرکز میں حکومت کرتے۔ دشمن ہندو کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ انہوں نے بنگالیوں کو طعنہ دیا کہ تم مغربی پاکستان والوں خصوصاً پنجابیوں کے غلام ہو، (کیونکہ فوج میں اکثریت پنجابیوں کی تھی۔) مغربی پاکستان تمہیں لوٹ کر کھا رہا ہے۔ تمہاری زبان، تمہاری ثقافت مٹ رہی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان باتوں میں کسی قدر حقیقت تھی، لیکن جھوٹے پروپیگنڈے اور مبالغہ آرائی سے رائی کا پہاڑ بنا دیا گیا، لہٰذا صنعتی ترقی' روزگار کی فراہمی اور تجارت کی بڑھوتری سب کچھ آزادی کے حسین نعرے میں دب کر رہ گیا اور پاکستان دولخت ہو گیا۔ مغربی پاکستان میں چند روز یا ایک آدھ ماہ تک افسردگی اور سوگ کا ماحول رہا۔ عوام کو اس شکست و ریخت کا اتنا دکھ ہوا کہ بعض افراد کو مال روڈ پر سر دیوار سے ٹکراتے دیکھا گیا، لیکن افسوس صد افسوس کہ یہ کیفیت جلد بدل گئی۔ عوام اور اقتدار کے ٹھیکیدار دونوں نہ صرف اسی پٹڑی پر واپس آ گئے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بھاگنے لگے' کسی نے نصیحت نہ پکڑی' کسی نے عبرت حاصل نہ کی۔

فوج کو اقتدار اور حکومت کا چسکا پڑ چکا تھا اُس نے اِس ذلت آمیز شکست کے بعد بھی دو مارشل لاء لگائے اور جرنیلوں کی خوشحالی مثالی بن گئی۔ سیاست دانوں میں ہوسِ دنیا اور ہوسِ اقتدار اور بڑھ گئی۔ آج ہم معاشی' سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ پن کا شکار ہیں اور دفاعی لحاظ سے ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ہماری ٹانگیں کانپتی رہتی ہیں۔ ہم اپنی ان ہی حرکات کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔

سقوطِ ڈھاکہ کے حوالہ سے ایک وضاحت ہم پر لازم ہے، اس لیے کہ کوئی فرد، کوئی جماعت یا ادارہ یا حکومت، چاہے برائی کا مجسمہ کیوں نہ ہو، غلط بیانی اور جھوٹا پروپیگنڈا اور مبالغہ آرائی اس کے بارے میں بھی نہیں ہونی چاہیے۔ حق اور سچ کا دامن اس صورت میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ 1971ء میں حکومت مخالف تحریک کے دوران اور سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پاکستان کے فوجیوں کے مظالم کی ایسی لرزہ خیز داستانیں سنی گئیں جن میں معصوم انسانوں کا قتل عام' بنگالی عورتوں کی عصمت دری اور لوٹ مار کی بڑی تفاصیل بتائی گئی تھیں۔ ہم نے اُس وقت بھی اسے کسی قدر مبالغہ آرائی اور فتنہ انگیزی قرار دیا تھا لیکن آج خود بھارت اور بنگلہ دیش کے صحافی اس جھوٹ اور بہتان تراشی کا پردہ چاک کر رہے ہیں۔

سرمیلا بوس ایک ہندو بنگلہ دیشی صحافی خاتون ہیں۔ انہوں نے بنگلہ دیش کی تحریک آزادی اور 71ء کی پاک بھارت جنگ کے حالات پر 6 سال تک آکسفورڈ یونیورسٹی کی ریسرچ سکالر کی حیثیت سے تحقیق کی ہے۔ وہ اپنی کتاب Dead Ranking میں لکھتی ہیں کہ پاکستانی فوج کی بنگالیوں کے قتل و غارت اور ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی کہانیاں ''را'' نے گھڑی تھیں۔ ان میں 95 فیصد جھوٹ تھا جو دنیا کو گمراہ کرنے اور پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے گھڑا گیا تھا۔ اس نوعیت کے اکا دکا واقعات ضرور ہوئے ہوں گے۔ وہ لکھتی ہیں کہ قتل و غارت اور خواتین کی عصمت دری درحقیقت فال آف ڈھاکہ کے بعد ہوا اور یہ سلوک بنگالیوں نے مکتی باہنی سے مل کر بہاریوں کے ساتھ کیا تھا۔ بھارتی طیاروں نے ایک یتیم خانہ پر بمباری کر کے بچوں کے قتل کا الزام پاکستان کی فوج پر لگا دیا تھا۔ ہندو مصنفہ کی کتاب کا واضح تاثر ہے کہ یہ سب کچھ ایک ڈراما تھا جو عسکری فوائد حاصل کرنے کے لیے سٹیج کیا گیا تھا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!

بھارت کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست اور پاکستان کے دولخت ہونے کی ظاہری وجوہات تو یہی تھیں کہ مغربی پاکستان والوں نے مشرقی پاکستان کے حقوق غصب کیے تھے۔ سیاست دان سول اور فوجی بیوروکریسی سب کرپٹ تھے۔ لیکن ہماری رائے میں اصل وجہ یہ تھی کہ کوئی مڑ کر دیکھنے کو تیار نہ تھا کہ پاکستان کی حقیقی بنیاد کیا تھی؟ ہم نے تحریک پاکستان کے دوران نعرہ کیا لگایا تھا؟ اللہ سے وعدہ کیا کیا تھا؟ قیام پاکستان کے دو سال بعد پاس ہونے والی قرارداد مقاصد کا ہم نے کیا حشر کیا تھا، ہم آج بھی تائب ہونے اور رجوع کرنے میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں رکھتے۔ کتنی افسوس ناک بلکہ شرمناک بات ہے کہ ایک ہندو رکن شراب پر مکمل بندش کا بل پیش کرے اور مدینہ کی ریاست کے مثل ریاست بنانے کے دعوے دار عمران خان کی جماعت اور اسلامی جمہوری اتحاد کی سیڑھی استعمال کر کے اقتدار تک پہنچنے والے میاں نواز شریف کی جماعت یعنی حکومت اور اپوزیشن دونوں اس بل کی مخالفت کریں اس موقعہ پر کہا جانا چاہیے تھا کوئی شرم ہوتی ہے، کوئی حیا ہوتی ہے اور چونکہ شراب ہر مذہب میں حرام ہے لہٰذا کہنے کی اصل بات یہ ہے کہ کوئی انسانیت ہوتی ہے۔

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ملک اِس وقت جس ضعف اور غربت کی حالت میں ہے اُسے کھڑا کر دینا اور مضبوط و مستحکم بنا دینا انسانی بس کی بات نہیں بلکہ رب کائنات کی مدد درکار ہو گی تو کیا شرابیوں کے لیے راستے بنا کر اور سود کو جاری رکھ کر اللہ کی مدد حاصل کر سکو گے۔ ریاستِ مدینہ کی مثل پاکستان کو بنا سکو گے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ علامہ نے کیا خوب کہا تھا خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ افغان طالبان سے ہی کچھ سبق حاصل کر لو۔ کس طرح اُنہوں نے اللہ کا دامن تھام کر امریکہ جیسی سپریم قوت کو خاک چٹا دی۔ گویا ایک ہی راستہ ہے اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ۔ رسولؐ کی سنت کو حرزِ جان بنا لو وگرنہ ہمارے منہ میں خاک 16 دسمبر پھر لوٹ کر آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور حفظ و امان میں رکھے۔ آمین یا رب العالمین!

دین کا حقیقی مفہوم اور تقاضے

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم کے 7 دسمبر 2018ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراهیم

محترم قارئین! یوں تو ہم مسلمان پیدا ہوئے ہیں لیکن اسلام کا حقیقی معنوں میں مفہوم کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اگر ہم یہ نہیں جانتے تو پھر ہم اسلام سے صحیح طور پر مستفید کیسے ہو سکتے ہیں؟ ہم اسلام پر اسی وقت عمل کر سکتے ہیں جب ہم جانتے ہوں کہ اسلام اصل میں ہے کیا؟ اور ایک مسلمان ہونے کے ناتے ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟ آج کا ہمارا مطالعہ ان شاء اللہ اسی حوالے سے ہوگا۔

انسانی زندگی کے دو گوشے ہیں یعنی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی۔ اس وقت عالمی حالات کے مطابق انسان کی انفرادی زندگی میں کچھ چیزوں کو مذہب کہا جاتا ہے۔ اس کے کچھ اعتقادات ہیں، ہر شخص کوئی نہ کوئی عقیدہ رکھتا ہے۔ کوئی ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے، اس کو ایک مانتا ہے اور کوئی کئی بتوں پر یقین رکھتا ہے اور کوئی کسی خدا کو نہیں مانتا۔ اسی طرح کوئی آخرت کو مانتا ہے، کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو کوئی اچھے اور برے جنم پر یقین رکھتا ہے۔ اسی طرح ان عقائد کی بنیاد پر کچھ عبادات بھی ہیں جیسے مسلمان نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا اہتمام کرتے ہیں، ہندو مندر میں جاتے ہیں، عیسائی چرچ میں جاتے ہیں۔ پھر انہی عقائد کی بنیاد پر کچھ رسومات بھی ہیں۔ جیسے پیدائش کے موقع پر کوئی ختنہ اور عقیقہ کرتا ہے، کوئی اس کو بتسمہ دیتا ہے۔ اسی طرح شادی میں کوئی نکاح کرتا ہے کوئی پھیرے ڈالتا ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد کوئی میت کو جلاتا ہے، کوئی دفناتا ہے اور کوئی پرندوں کو کھلانے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

یہ تمام عقائد، عبادات، اور رسومات انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور آج اسی کو مذہب سمجھا جاتا ہے۔ ان سب معاملات میں ریاست کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ ہر شخص آزاد ہے چاہے مسجد جائے، چاہے مندر جائے یا کہیں بھی نہ جائے۔

اسی طرح انسان کی ایک اجتماعی زندگی ہے جس کو سیکولر فیلڈ کہا جاتا ہے۔ اس میں سیاسی، معاشرتی اور معاشی نظام شامل ہیں۔ موجودہ دور میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس اجتماعی زندگی میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی لیڈر کیسا ہونا چاہیے، کس کو ہونا چاہیے یہ عوام طے کریں گے۔ پھر عوام کے منتخب کردہ نمائندگان جس طرح کا چاہیں قانون بنائیں۔ ریاست کا معاشی نظام کیا ہوگا۔ کیسا ہوگا؟ یہ بھی نمائندگان طے کریں گے۔ اسی طرح معاشرتی نظام اور معاشرتی اقدار بھی عوام کے منتخب نمائندگان خود طے کریں گے۔ گویا آج کے دور میں مذہب کو صرف انفرادی زندگی تک محدود کر دیا گیا ہے جس میں ریاست کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا اور اجتماعی زندگی میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ جبکہ اسلام کے تقاضے کچھ اور ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی زندگی کا مکمل احاطہ کرتا ہے اور زندگی کے ہر گوشے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کا تقاضا کرتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف﴾ ''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔'' (آل عمران:19)

اسی طرح سورۃ المائدہ میں ارشاد فرمایا:

دین کے لغوی معنی بدلہ کے ہیں۔ جیسے ہم سورۃ الفاتحہ میں پڑھتے ہیں:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝﴾ ''کل شکر اور کل ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے۔ بہت رحم فرمانے والا' نہایت مہربان ہے' جزا و سزا کے دن کا مالک ومختار ہے۔''

فیصلے کے دن اچھے کو اچھا بدلہ دیا جائے گا اور برے کو برا بدلہ دیا جائے گا۔ ظاہر ہے یہ بدلہ یا جزا وسزا کا عمل بغیر کسی میزان کے تو نہیں ہوگا بلکہ کسی قانون، کسی ضابطے کے تحت ہی ہوگا۔ اب قانون بھی کسی نظام کے تحت بنتا ہے۔ جیسے پہلے بادشاہت کا نظام ہوتا تھا۔ اس میں قانون سازی کا حق صرف بادشاہ کے پاس ہوتا تھا۔ اس نظام کو دین الملک کہا جاتا تھا:

﴿مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ط﴾ ''آپؑ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو روکتے بادشاہ کے قانون کے مطابق سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔'' (یوسف:76)

اسی طرح آج جمہوری نظام کے تحت قانون سازی کا حق عوام کے منتخب نمائندوں کے پاس ہے تو اسے دین جمہور کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جس نظام میں اللہ کے قانون کو نافذ کر کے اس پر عمل کیا جائے گا تو وہ دین اللہ کہلائے گا۔

بادشاہ جو قانون بنائے گا یا جمہوری نمائندگان جو قانون بنائیں گے تو وہ قانون متوازن نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب فرد کی اہمیت کو بڑھایا جائے گا تو اجتماعیت پس منظر میں چلی جائے گی اور جب اجتماعیت کو آگے لایا جائے گا تو اس سے فرد متاثر ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد قانون بنائے گا تو عورت متاثر ہوگی اور عورت اگر قانون بنائے گی تو مرد متاثر

ہوگا۔ صرف ایک ذات ایسی ہے جو ہر طرح کا توازن قائم کرسکتی ہے اور وہ ہے اللہ کی ذات۔ اسی لیے اللہ نے قرآن میں فرمایا:

”ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“ (الحدید:25)

اسی طرح اپنے آخری رسول ﷺ کے حوالے سے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ﴾

”اللہ ہی ہے جس نے اتاری ہے کتاب بھی اور میزان بھی حق کے ساتھ۔“ (الشوریٰ:17)

اللہ نے میزان اس لیے اتاری تاکہ جس کا جو حق ہے اس کو مل جائے۔ انسانی زندگی کے اندر ایک توازن قائم ہو اور یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ فرد اور اجتماعیت کے درمیان توازن کیا ہونا چاہیے؟ لہٰذا میزان سے مراد یہ ہے کہ جس کا جو حق ہے اس کو وہ مل جائے۔ جو نظام یہ توازن قائم کرے وہی دین حق ہے۔ فرمایا:

”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظام زندگی پر“ (الصف:9)

دین حق کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر نہ صرف خود عمل کیا جائے بلکہ اس کو باقی ادیان پر غالب بھی کیا جائے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ:

”اور (اے مسلمانو!) ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ ہی کا ہو جائے۔“ (الانفال:39)

گویا دین سے مراد وہ نظام حیات ہے جو زندگی کے دونوں گوشوں یعنی انفرادی زندگی (عقائد، عبادات، رسومات) کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی (سیاست، معیشت، معاشرت) کے لیے بھی راہنمائی فراہم کرتا ہو، دونوں گوشوں کے لیے قوانین وضوابط وضع کرے اور ان کی روشنی میں بدلے یعنی جزا وسزا کا تعین کرے تب جا کر وہ پورا دین کہلائے گا۔ جبکہ مذہب صرف انفرادی گوشے کی عکاسی کرتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اسلام کے لیے مذہب کی اصطلاح کی استعمال نہیں ہوئی ہے بلکہ دین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ کیونکہ اسلام زندگی کے دونوں گوشوں کے لیے مکمل راہنمائی دیتا ہے اور اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے۔

انفرادی زندگی:

انفرادی زندگی میں سب سے بنیادی چیز عقیدہ توحید ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پہلی بات ہی یہی رکھی تھی۔ اس کے بعد ایمان بالرسالت ہے اور اس کے بعد ایمان بالآخرت ہے۔ یہ تمام عقائد اسلام میں شامل ہیں۔ ان عقائد کی بنیاد پر عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج شامل ہیں۔ اسی طرح رسومات میں پیدائش کے موقع پر عقیقہ ہے، ختنہ ہے، بالغ ہونے کے بعد نکاح اور شادی ہے۔ اسلام نے ان سب کا طریقہ بتا دیا ہے۔ نکاح کے بعد ولیمہ ہے۔ جس کی جو حیثیت ہے اس کے مطابق وہ ولیمہ کرے۔ مرنے کے بعد نماز جنازہ، تجہیز وتدفین وغیرہ ہیں، اسلام میں ان سب کا طریقہ بتلا دیا گیا ہے۔

اجتماعی زندگی:

انسان کی اجتماعی زندگی کے بھی تین گوشے ہیں۔ ان میں پہلا ہے سیاسی نظام۔ اسلام کے سیاسی نظام میں حاکمیت صرف اللہ کی ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ﴾ ”فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں سوائے اللہ کے۔“ (الانعام:57)

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اسلامی نظام میں حاکمیت کا حق صرف اللہ کے پاس ہے اور حکمران خلیفہ تصور ہوگا۔ جو اللہ کے قانون کے مطابق ہی فیصلے کرے گا۔ اسلام نے حکمرانوں کو ویسے ہی کھلا نہیں چھوڑ دیا کہ جو جی چاہے قانون سازی کرلیں جیسے جمہوریت میں ہوتا ہے کہ اگر ایوان کے 51 ممبران شراب کو حلال قرار دے دیں تو وہ حلال ہو جائے گی۔ بلکہ اسلامی نظام میں قانون صرف اللہ کا ہی چلے گا اور اللہ کے قانون کے مقابلے میں اپنا قانون بنالینا شرک تصور ہوگا۔

پریس ریلیز 14 دسمبر 2018ء

شراب کی مکمل بندش کا بل پیش نہ ہوسکنا افسوسناک ہی نہیں شرمناک بھی ہے

امریکہ کا پاکستان اور سعودی عرب کو مذہبی آزادیوں کی خلاف ورزی کا مرتکب ٹھہرانا اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے کے مصداق ہے

حافظ عاکف سعید

شراب کی مکمل بندش کا بل پیش نہ ہوسکنا افسوسناک ہی نہیں شرمناک بھی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ ڈاکٹر رمیش کمار کی یہ بات بالکل درست ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں مسلمان شراب کے استعمال کے لیے غیر مسلموں کا کندھا استعمال کرتے ہیں حالانکہ کسی مذہب میں بھی شراب حلال اور جائز نہیں ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ افسوس اِس بات پر ہے کہ حکومت اور اپوزیشن نے یک زبان ہوکر اِس بل کی مخالفت کی۔ اُنہوں نے ہاؤس کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ ایسے لوگ ہرگز مسلمانوں کی نمائندگی کا حق نہیں رکھتے۔ امریکہ کا پاکستان اور سعودی عرب کو مذہبی آزادیوں کی خلاف ورزی کا مرتکب ٹھہرانے پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ یہ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے کے مصداق ہے۔ امریکہ خود نسلی اور مذہبی امتیاز کی بہت بڑی مثال ہے پھر یہ کہ کشمیر اور فلسطین میں بھارت اور اسرائیل مذہبی بنیادوں پر جس درندگی کا مظاہرہ کررہے ہیں وہ کیوں امریکہ کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی قوتیں خاص طور پر امریکہ اسلام فوبیا کا شکار ہو چکا ہے۔ مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام اسلام سے خطرہ محسوس کرتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان کے ہاتھوں انسان کا بدترین استحصال کرنے والا یہ سرمایہ دارانہ نظام کسی وقت بھی اسلام کے عادلانہ نظام سے شکست سے دوچار ہوسکتا ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

"اور وہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو بھی۔" (الکھف:26)

ہاں البتہ! دنیوی معاملات اور مسائل میں آپ آپس میں مشاورت کے بعد فیصلہ کر سکتے ہیں لیکن شرعی نصوص کے اندر آپ کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔لیکن آج مسلمانوں کو ان بنیادوں سے ہٹایا جا رہا ہے۔ان کو باور کرایا جا رہا ہے کہ اگر شریعت نہیں ہوگی، اسلامی نظام نہیں ہوگا تو تمہارے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا۔یہ اس لیے باور کرایا جا رہا ہے کہ مسلمان دوبارہ اسلامی نظام کے قیام کی ضرورت کو محسوس نہ کرنے لگ جائیں۔اسی لیے رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ ہر مسلمان امکانی طور پر خطرہ ہے، اس کے اندر چنگاری موجود ہے وہ کہیں بھی بھڑک سکتی ہے۔لہٰذا باطل قوتیں مسلمانوں کو یہ پڑھا رہی ہیں کہ انفرادی زندگی میں تو اسلام اچھا ہے لیکن اجتماعی معاملات میں دین کو نہیں لانا چاہیے۔

معاشی نظام: اسلام کے معاشی نظام میں بنیادی تصور یہ ہے:

"اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی وراثت!" (الحدید:10)

ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی امانت ہے۔ ہمیں تھوڑے عرصے کے لیے زندگی دے دی گئی لیکن یہ بھی اللہ کی امانت ہے۔اس میں ایسا نہیں ہے کہ حکمران قومی دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جائیں اور اپنی عیاشیوں کے لیے بے دریغ استعمال کریں تو بھی کوئی ان سے پوچھنے کا حق نہ رکھے بلکہ اسلامی نظام میں ہر کوئی حکمرانوں سے پوچھ سکتا ہے کہ اس نے جو کپڑے پہنے ہیں وہ کہاں سے آئے ہیں اور پھر آخرت میں جوابدہی کا احساس الگ ہے

معاشرتی نظام: اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیاد انسانی مساوات پر ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اے لوگو! اپنے اس رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے پھیلا دیے (زمین میں) کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں۔" (النساء:1)

اسلام میں ہر ایک کی عزت، جان، مال سب برابر اور یکساں محترم ہیں۔ ہمارا رب اور ہمارا مالک ایک ہے اور ہم سب آدم کی اولاد ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ:

لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو سرخ رنگ والے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے وہ شخص سب سے زیادہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔

ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کوئی پیدائشی طور پر اعلیٰ ہے، جیسے ہندوؤں میں جو برہمن کے گھر میں پیدا ہوا تو وہ پیدائشی طور پر بڑا ہے اور جو شودر کے گھر پیدا ہوا تو وہ پیدا ہی کمی کمین ہوا ہے۔نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ انہی تصورات کو ختم کرنے کے لیے آئے تھے۔آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ ؓ سے کہا تھا کہ اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچانے کی فکر کرو میں قیامت کے دن تمہارے کام نہیں آؤں گا"، یعنی اس بنیاد پر وہاں نجات نہیں ہوگی کہ میں فلاں نسب سے ہوں۔جیسے یہود کہتے تھے کہ:

"یہودی اور نصرانی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اُس کے بڑے چہیتے ہیں۔(تو ان سے) کہیے کہ پھر وہ تمہیں عذاب کیوں دیتا رہا ہے تمہارے گناہوں کی پاداش میں؟" (المائدہ:18)

دین اسلام کا ایک پورا تصور ہے جس کے اندر یہ ساری چیزیں موجود ہیں۔بدقسمتی سے اس وقت دنیا میں غالب تصور سیکولرازم کا ہے کہ افراد انفرادی زندگی میں مذاہب پر عمل کر سکتے ہیں لیکن اجتماعی زندگی میں اللہ کے احکامات کو نافذ نہیں کیا جا سکتا ہے۔اسی کا اثر ہے کہ آج ہماری اکثریت بھی اسلام کو زندگی کا انفرادی معاملہ سمجھتی ہے۔یعنی مراسم عبودیت کو ہی اسلام سمجھا ہوا ہے۔لہٰذا یہ اسی کی سزا ہے جو آج ہمیں مل رہی ہے۔فرمایا:

"تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کر رہے ہو" (البقرہ:85)

اقبال نے کہا تھا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اس وقت جو مسلمان تھے ان کے ایک ہاتھ میں قرآن تھا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھی۔لیکن ہم نے قرآن کو چھوڑا تو پھر سب کچھ چھوٹ گیا اور یہی ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

قریب ہے کہ (گمراہ) قومیں تمہارے خلاف اس طرح یلغار کریں گی جس طرح کھانے والے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔کسی نے عرض کیا: اس روز ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ آپ ؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس روز تم زیادہ ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ہو گے، اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں وہن ڈال دے گا۔کسی نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ، وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت"۔ (رواہ ابوداؤد)

آج ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ ہماری کیا کیفیت ہے۔کیا ہم میں سے کوئی مرنے کے لیے تیار ہے؟ کیا ہم نے آخرت کے حوالے سے کوئی پلاننگ کی ہے؟ یا پھر صرف دنیا کے لیے پلاننگ کی ہے؟ حالانکہ یہ ہمارا دین ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر اس کے علاوہ کوئی اور دین لے کر آؤ گے تو میں اسے قبول نہیں کروں گا۔سورۃ المائدہ میں فرمایا:

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔"

یہود اس آیت کے بارے کہا کرتے تھے کہ اگر یہ آیت ہمیں ملی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے پر عید مناتے۔لیکن آج ہمارے ہاں یہ دین ترجیح اول تو دور کی بات ہے آخری درجے میں بھی نہیں ہے۔بس صرف ایک خانہ پری کی حد تک ہے جس طرح شناختی کارڈ میں اسلام کا ایک خانہ رکھا ہوا ہوتا ہے ہماری زندگیوں میں بھی بس اتنا ہی ہے۔لیکن سوچ لیں موت تو آ کر رہے گی۔وہاں ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے کہ اس دین کے لیے ہم نے کتنی کوشش کی؟ اس کو کتنا سمجھا ہے اور کتنا اس پر عمل کیا؟

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس دین کو سمجھیں پھر اس پر عمل کریں اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ اس کو غالب کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔یہی نبی اکرم ﷺ کا مشن تھا۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو موت اس حالت میں آئی کہ وہ (اس نیت سے) علم حاصل کر رہا تھا تاکہ اسلام کو دوبارہ زندہ کیا جائے تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

❁❁❁

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی 3 ۔3 ارض ملکِ خداست

7 ده خدایا! نکتۂ از من پذیر　　رزق و گور از وے بگیر او را مگیر

اے زمیندارو! اور جاگیردارو! میری یہ بات مان لو (اور نوعِ انسانی پر رحم کرو) کہ تم زمین سے صرف اپنا رزق اور قبر کی جگہ لو زمین (کے وسیع اور شاداب رقبوں) پر قبضہ مت کرو

8 صحبتش تا کے تو بود و او نبود　　تو وجود و او نمودِ بے وجود

اے ابنِ آدم! اس زمین پر قبضہ کر کے تو کب تک اس سے استفادہ کرے گا تو موت کے بعد بھی جاودانی ہے اور زمین فانی ہے۔ تیرا وجود (اپنے اندر DIVINE SPARK رکھتا ہے اور) جمادات کے مقابلے میں پائیدار ہے جبکہ زمین آج ہے درحقیقت نہیں ہے

9 تو عقابی طائفِ افلاک شو　　بال و پر بکشا و پاک از خاک شو

اے انسان! تو طائر لاہوتی ہے عقاب کی طرح تو افلاک کی بلندیوں میں پرواز کر تو اپنے بال و پر (خداداد صلاحیتیں) بروئے کار لا اور زمین (مادی اور فانی رشتوں) سے بلند ہوکر پاک ہو جا

7۔ اے زمیندارو! (وسیع رقبوں کے مالکو! اے بادشاہو!) میری طرف سے ایک بات مان لو۔ ہر انسان کچھ بنیادی ضرورتیں رکھتا ہے اُن کا حصول اور فراہمی اس کا بنیادی حق اور اہل اقتدار کے ذمہ ہے (1) تم بھی صرف اپنی ناگزیر ضروریات روئے زمین کے وسائل سے حاصل کرو اور باقی وسائل دیگر افرادِ نسل انسانی کے لئے چھوڑ دو۔ حرص انسان کو چین نہیں لینے دیتا ورنہ ہر انسان کی حقیقی بنیادی ضروریات بہت کم ہیں (2) یہ ضرورتیں صاف ہوا، پینے اور استعمال کا صاف پانی، دو وقت کی روٹی اور سر چھپانے کے لئے ایک گھر (شادی شدہ زندگی) ہے۔ پھر انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو قبر کے لیے دو (مربع) گز زمین درکار ہوتی ہے۔ یہ رزق اور گور انسانی ضرورت ہے اس سے زیادہ کسی انسان کو روئے ارضی کے وسائل پر قبضہ کا اخلاقی جواز نہیں ہے۔ اگر انسان کے قبضے میں ضرورت سے زائد ہے تو اسے دوسرے کے حوالے کر دے (القرآن) (3) جبکہ دنیا آج سرمایہ دارانہ نظام کے تحت سرمایہ پرستی اور سود جیسی لعنتوں کی دلدل میں دھنسی ہوئی ہے جہاں ایک طرف ڈالروں میں ارب پتی انسان ہیں وہیں دو وقت کی روٹی کو ترسنے والے (تیسری دنیا کے غریب محکوم) انسان دنیا کی آبادی میں 40% ہیں۔

8۔ اے آسودہ حال انسان! روئے ارضی کے وسائل پر (ناجائز) قبضہ کر کے پُرتعیش زندگی گزارنا، لمبے لمبے دنیاوی منصوبے اور لمبی زندگی کا خواہش مند ہونا کسی لحاظ سے بھی انسانی مفاد میں نہیں۔ نہ عقلاً ایسا ثابت کیا جاسکتا ہے کیونکہ انسان اپنے 'جسم اور روح' کے ساتھ ایک وجود ہے اور یہ دنیا کے فنا ہونے کے بعد بھی آخرت کے لیے ہے دوبارہ کر کے جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے بنا ہے۔ (یا دوزخ کی دائمی عذاب کی زندگی۔ معاذاللہ) لہٰذا تو ہے اور دنیا نہیں ہے دوست اور دل لگی کوئی معنی نہیں رکھتی، نہ نقلاً یعنی قرآن و حدیث کے فرامین سے ہی ایسا ثابت ہوسکتا ہے اور نہ اخلاقاً ہی ایسا ممکن ہے کہ وسائل رزق پر ناجائز قبضہ کر کے خود ارب پتی ہو جانا اور اپنے جیسے دیگر لاکھوں افراد کو خط غربت سے نیچے کر دینا، یہ کہاں کی انسان دوستی اور انسانی فلاح و بہبود ہے؟ اے انسان! تیرا تو ایک وجود ہے تو آخرت میں بھی زندہ ہوگا اور جنت میں ہمیشہ ہمیش (جب تک اللہ چاہے گا) زندہ رہے گا جبکہ دنیاوی وسائل اور دنیا کی رنگینیاں تو عارضی اور فانی ہیں خود انسان کو موت آلیتی ہے۔ انسان اور مادی وسائل (فانی اور عارضی) کا کیا ربط اور دوستی۔ (انسان کو تو اللہ تعالیٰ سے جو لازوال وجود رکھتا ہے، دوستی اور محبت ہونی چاہئے)۔

9۔ اے انسان! اے محمد عربی ﷺ کے مسلمان (غلام)! تو جاگ اور عقاب (شاہین) کی طرح اونچی پرواز رکھ تجھے تو آسمانی بلندیوں پر اپنی پرواز رکھنی اور اپنی نگاہ اس سے اونچی رکھ اس سے اونچی اڑان لینی چاہیے۔ بقول اقبال

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

تو اپنے بال و پر پھیلا، ان کو ذرا جھاڑ دے۔ ان پروں پر رنگ و نسب، زبان، علاقہ، قوم کی گرد کی تہہ جمی ہوئی ہے۔ تاکہ تو اس خاک اور زمینی (عارضی و فانی) علائق دنیوی سے اوپر اُٹھ جائے اور اسلامی تصورات کے مطابق حقیقی انسان اور مسلمان بن جائے۔

(1) ((أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) (الحدیث) ''تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا''۔

(2) بقول شاعر بیدل

حرص قانع نیست بیدل ورنہ از ساز معاش
آنچہ ما درکار داریم اکثرش درکار نیست

(حرص چین نہیں لینے دیتا اے بیدل! ورنہ زندگی میں جو سامان ہم رکھتے ہیں اس میں اکثر کی ضرورت نہیں ہوتی)

(3) ﴿وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (البقرہ:119) ''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کونسا مال خرچ کریں؟ آپ کہہ دو: جو کچھ ضرورت سے زائد ہو''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک میں ایک غیر یقینی کی صورت حال ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ کام ایسے ہو رہے ہیں جن سے یہ امید لگائی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں ان کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ ان شاء اللہ! ایوب بیگ مرزا

میں اس معاملے میں عمران خان کو کم از کم پچاس فیصد مارکس ضرور دوں گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دو تین چیزیں ایسی ہیں جن میں قابل ذکر بہتری آئی ہے: اوریا مقبول جان

میزبان: آصف حمید

عمران خان کے 100 دن کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: عمران خان نے اپنا سو روزہ پلان عوام کے سامنے رکھا تھا۔ اس میں سے کون کون سے نکات پر عمل ہوا اور کون سے نکات ہیں جن پر عمل نہیں ہوا؟

اوریا مقبول جان: کسی بھی حکمران کو تولنے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک اس نے جو اہداف معین کیے ہوئے ہوتے ہیں ان کے حوالے سے اور دوسرا یہ کہ ہم بغیر کسی تعصب کے دیکھیں کہ اس کی جگہ کوئی بھی اور حکمران ہوتا تو کیا کر لیتا؟ بہترین تجزیہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کسی شخص کے اہداف کو چھوڑ کر یہ دیکھیں کہ ان حالات میں کون کیا کر سکتا؟ کیونکہ اہداف خواب کی طرح ہوتے ہیں اور خواب دیکھنے پر کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوتی، ہر بندہ خواب دیکھ سکتا ہے۔ خاص طور پر وہ بندہ جس نے اس عمارت کو دیکھا نہیں، جس کو اندازہ نہیں کہ اس کا سسٹم کیسا ہے؟ وہ خواب دیکھ سکتا ہے کہ میں اس میں جاؤں گا تو یہ کروں گا لیکن اندر آکر اس کو پتا چلتا ہے کہ اس کے خواب ٹوٹ بھی سکتے ہیں۔ میں اس معاملے میں عمران خان کو کم از کم پچاس فیصد مارکس ضرور دوں گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دو تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کمال درجہ کی بہتری آئی ہے۔ ایک یہ کہ پہلی بار محسوس ہو رہا ہے کہ یہاں قانون کی عمل داری کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ ورنہ اس سے قبل صورت حال یہ تھی کہ میں نے 2007ء میں ایک کیس سپریم کورٹ میں دائر کیا تھا اور اس پر کورٹ نے چاروں چیف سیکرٹریز کو باقاعدہ حکم جاری کیا تھا کہ اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ لیکن 2018ء تک اس حکم پر عمل نہیں ہوا۔ دوسری مثبت تبدیلی یہ آئی ہے کہ ہماری معاشی ترقی انٹرنیشنل لیول کے اوپر آئی ہے۔ کیونکہ اب آئی ایم ایف میں ساورن گارنٹیز ملی ہیں ورنہ آئی ایم ایف کا وفد ایسے واپس نہ چلا جاتا۔ گویا ہمارا معاشی مسئلہ کسی نہ کسی حد تک بہتر ہوا ہے۔ تیسری چیز جو بظاہر نظر نہیں آ رہی وہ یہ ہے کہ ہر ٹاپ لیول پر کرپشن میں کمی آئی ہے۔ یعنی ان 100 دنوں میں اگر دس پندرہ ارب روپے کی کرپشن ہر لیول پر ہونی تھی تو وہ نہیں ہوئی۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

لوگ کہتے ہیں کہ پراجیکٹس کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ عمران خان کی سیاسی لیڈرشپ، بیوروکریسی اور اس کی ٹاسک فورسز کے درمیان ایک عجیب وغریب لڑائی چل پڑی ہے۔ بیوروکریسی سٹیٹس کو چاہتی ہے اور انہوں نے عمران خان کو سٹیٹس کو میں گھیر لیا ہے۔ ہم نے پہلے دن ہی کہا تھا اس کو کسی طور پر بھی اپنی اصل سے تبدیل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ عمران خان کی اصل خرابی یہ ہے کہ اس نے ابھی تک وزیراعظم بننے کی کوشش کی ہے لیڈر بننے کی کوشش نہیں کی۔ دنیا میں چار ملک ہیں جنہوں نے لیڈرشپ کے لیے کوشش کی اور وہ کمال ہو گئے۔ ان میں ایک ملک ایکوڈور ہے جس پر 35 بلین ڈالر کے قرضے تھے۔ وہاں کوریا نام کا ایک شخص جب حکمران بنا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ میں یہ قرضے واپس نہیں کروں گا۔ اسی طرح کا دوسرا ملک پیرا گوئے ہے اور اس کے بعد ارجنٹائن نے بھی قرضہ لینے سے انکار کر دیا۔ ان ملکوں نے اپنے ہاں آڈٹ کروایا جس سے ان کا قرضہ ناجائز شمار ہوا۔ عمران خان کے اردگرد اسد عمر جیسے لوگ ہیں جو سٹیٹس کو کے لوگ ہیں۔ انہوں نے زندگی کے آغاز سے ہی اکنامکس پڑھنی شروع کی تھی اور اکنامکس اس سسٹم کو بچانے کے لیے ڈیزائن کی گئی ہے جس میں سٹیٹس کو کا راج ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اوریا صاحب نے لاطینی امریکہ کے ایک ملک کی مثال دی ہے۔ میری نظر میں اگر عمران خان اسی طرح کا قدم اُٹھاتے تو یقیناً وہ لیڈر کہلاتے۔ لیکن اس وقت دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو مسلم ممالک خصوصاً پاکستان کی صورتحال کافی مختلف ہے۔ اس وقت کہا جاتا ہے کہ دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ ویلج سے سکڑ کر ایک محلہ بن گیا ہے۔ اس محلے میں کچھ غنڈے ہیں جنہوں نے سب کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ وہ ایک ہی بات پر ایک پارٹی کی تعریف کرتے ہیں، لیکن اسی بات پر دوسرے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ انہوں نے جس لاطینی ملک کی مثال دی ہے اس کی دنیا میں کوئی جیوسٹریٹجک حیثیت نہیں ہے جبکہ اس کے مقابلے میں پاکستان ایک بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ایٹمی ملک ہونے کی وجہ سے پاکستان ان بدمعاشوں کا بہت بڑا نشانہ ہے بلکہ اس وقت عالمی طاقتوں کے لیے پاکستان کا ایٹمی قوت ہونا ہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری ایٹمی قوت امریکہ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتی لیکن امریکہ کے لاڈلے بھارت اور اسرائیل کو اس قوت سے شدید خطرہ ہے۔ لہٰذا عالمی طاقتیں جو رعایت لاطینی امریکہ کے ملکوں کو دیں گی وہ پاکستان کو کیسے دے سکتی ہیں؟ جب ان کے سامنے

پاکستان کا معاملہ آئے گا تو وہ کسی چیز کو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوں گے۔ امریکہ جب ویت نام سے نکلا تھا تو اس نے کمبوڈیا کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اسی طرح افغانستان سے نکلتے ہوئے وہ پاکستان کو تباہ کرتا لیکن چونکہ پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے، جو بھارت اور اسرائیل کو جواب دے سکتا ہے۔ اس لیے اب ان کے پاس ایک ہی راستہ بچا تھا کہ پاکستان کو معاشی طور پر تباہ و برباد کر دیا جائے۔ لہٰذا اس وقت پاکستان ان کا سب سے بڑا نشانہ ہے۔ ان حالات میں عمران خان یا کوئی شخص لیڈر بننے کے شوق میں ایسا کوئی قدم اٹھاتا ہے تو وہ ان دشمن قوتوں کو اپنے اوپر حملہ کرنے کی دعوت دے گا۔

سوال: سو دنوں میں پاکستان میں مہنگائی جتنی زیادہ ہوئی کیا معاشی حوالے سے یہ ناکامی نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: کچھ حد تک ناکامی ہے لیکن جس صورت حال میں عمران خان کو یہ ملک ملا ہے، اس کے لیے واقعتاً مشکلات کا معاملہ تھا۔ کیونکہ پہلے حکمران پورا خزانہ خالی کر کے ساتھ لے گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک میں ایک غیر یقینی کی صورت حال ہے جو انتہائی بُری صورت حال ہے کہ کسی کو کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا جس کی وجہ سے معیشت بد تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اسی غیر یقینی صورت حال کی وجہ سے ہماری سٹاک ایکسچینج بھی تباہ ہوئی ہے۔ پھر سٹیٹ بنک نے اپنی مرضی سے ڈالر کا طوفان کھڑا کر دیا۔ جس کی وجہ سے سارے ملک کا انڈسٹریل طبقہ متاثر ہوا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ کام ایسے ہو رہے ہیں جن سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں ان کے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

سوال: کرپشن کے خلاف عمران خان بہت بولے ہیں کیا اعظم سواتی کا کیس اور دوسرے کچھ کیسز ان کے دعویٰ کے خلاف نہیں جاتے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات یہ ہے کہ اعظم سواتی پر کرپشن کا کیس نہیں چل رہا ان کے کیس میں تو قانون کی بالادستی کا معاملہ ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اولاً تو اس شخص کو خود مستعفی ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن اگر اس نے استعفیٰ نہیں دیا تو پھر وزیر اعظم ایکشن لیتے۔ جس طرح انہوں نے بابر اعوان سے استعفیٰ لیا۔

سوال: کہا جاتا تھا کہ بڑے بڑے لوگوں کو پکڑا جائے گا۔ اس دعوے پر عمل کتنا ہوا؟

ایوب بیگ مرزا: احتساب کا ادارہ وزیر اعظم کے ماتحت نہیں ہوتا۔ اصولی طور پر وزیر اعظم اس پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ اس لیے عمران خان نے صحیح کہا تھا کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو اب تک پچاس لوگ جیل میں ہوتے۔ تو یہ کام اس کے کرنے کا نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو پھر زیادتی تصور ہوگی۔ کیونکہ جو کچھ بھی ہونا چاہیے وہ نیب اور عدالتوں کے ذریعے ہی ہونا چاہیے۔ دوسری طرف اسمبلیوں میں ان کی اتنی اکثریت نہیں کہ وہ آئین میں ترمیم کروا سکیں۔

سوال: کیا حکومت اور بیوروکریسی میں تصادم کی وجہ سے افراتفری نہیں پھیلے گی؟

اوریا مقبول جان: جب تک بنیادی تبدیلیاں نہیں لائیں گے کچھ نہیں ہو سکتا چاہے عمران خان جیسے چار لوگ کھڑے کر دیں۔ کیونکہ پاکستان کا جو سسٹم ہے اس نے ان کو پھنسایا ہوا ہے۔ ہماری سپریم کورٹ بنیادی طور پر اپنے سسٹم کے ساتھ فیل ہوگئی ہے اور وہ بنیادی طور پر ایک حریفانہ کورٹ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی ایک آدمی کے خلاف دعویٰ کرتا ہے۔ دعویٰ کرنے والا یہ ثابت کرے گا کہ یہ آدمی جھوٹا ہے۔ میں بحیثیت جج اگر جانتا بھی ہوں کہ یہ دعویٰ کرنے والا جھوٹ بول رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں اپنی رائے نہیں لکھ سکتا۔ ایس ایچ او دعویٰ کرتا ہے کہ اس بندے نے قتل کیا ہے تو وہ ثابت کرے گا۔ اس طرح یہ کیس سپریم کورٹ تک چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے ہم تین سال سے جے آئی ٹی بنا رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان کا وزیر اعظم بنیادی طور پر استغاثہ کا سربراہ ہوتا ہے۔ کیا نیب آسمان سے اتری ہے؟ اس کو وزیر اعظم ہی منتخب کرتا ہے اس کا سارا بجٹ حکومت کے پاس طے ہوتا ہے اور اس کے تمام مالی معاملات حکومت کے پاس ہوتے ہیں۔ نیب کے بندوں کی تقرری صدر پاکستان کرتا ہے۔ ہمارے صحافیوں نے نیب کو سکاٹ لینڈ یارڈ سمجھ رکھا ہے۔ عمران خان کے اندر اصل میں تردد کی کمی ہے۔ انہیں جو کوئی کہتا ہے وہ ٹھیک سمجھ لیتے ہیں اور اس معاملے میں بیوروکریٹ بہت تیز ہیں۔ دوسری طرف پاکستان کا عدالتی سسٹم تقریباً چالیس سال سے stay order کے گند میں لتھڑا ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو روزانہ کے حساب سے میونسپل کارپوریشن کے ٹھیکیدار کو ایک سٹے آرڈر دیا کرتے تھے اور اس سے اسی حساب سے پیسے بھی لیا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تمام بیوروکریسی یہ سمجھتی ہے کہ اگر یہ بندہ (عمران خان) دو سال چل گیا اور اسے چیزوں کی سمجھ آ گئی تو پھر ہم گئے اور یہی صورت انٹرنیشنل لیول پر بھی ہے۔ اگر اوپر کے لیول پر کرپشن کم ہوتی ہے تو بہت بڑی بات ہے کیونکہ نیچے کے لیول پر کرپشن کم ہونی بہت مشکل ہے۔ ان سو دنوں میں maximum لیول پر کرپشن کم ہوئی ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے جو لوگوں کو نظر نہیں آ رہی۔

سوال: الیکشن کے ذریعے کوئی بڑی تبدیلی نہیں آسکتی اس کے لیے انقلاب لانا پڑے گا۔ یہ کس حد تک درست ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات صد فیصد درست ہے۔ امریکہ میں اگر ڈیموکریٹس اور ری پبلیکنز دو پارٹیاں ہیں تو ان میں مقابلہ یہ ہوتا ہے کہ میں اسی نظام کو بہتر انداز سے چلاؤں گا۔ جو یہ کہے کہ یہ نظام غلط ہے اس کا اس نظام کے تحت کام کرنا بے فائدہ ہوگا۔

اوریا مقبول جان: عمران خان نے نعروں والی سیاست کی ہے۔ پورے پاکستان سے گورنر ہاؤس کی دیوار کا کیا تعلق ہے؟ اگر وہ دیوار گرا بھی دے تو اس کی عزت و توقیر میں کتنا اضافہ ہوگا؟ تو وقت کے ساتھ ساتھ اس میں بہتری لانی چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ خانہ کعبہ کو اس کی اصلی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کروں، اس میں حطیم کو بھی شامل کروں لیکن لوگوں کو ایسے دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے۔ اس لیے میں اس کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ عمران خان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ریاست مدینہ کے معیارات کو مغرب کی implementation کے حوالے سے تولتا ہے کہ وہاں نافذ ہو گیا اس لیے اچھا ہے۔ حالانکہ وہاں اور طریقے سے نافذ ہوا جبکہ ہمارا مسئلہ اور ہے۔

سوال: کیا سو دنوں میں ’’ریاست مدینہ‘‘ کی طرف کوئی پیش رفت ہوئی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ایک حوالے سے تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی کہ عورتوں کو وراثت میں حصہ دینے کی بات کی گئی۔ ہمارے ملک میں عورتوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا جو بہت بڑا ظلم ہے۔ خاص طور پر دیہاتوں میں تو کوئی تصور ہی نہیں ہے کہ عورت کا بھی باپ کی جائیداد میں کوئی حصہ ہے۔ لیکن اس حوالے سے یہ قانون بنا رہے ہیں کہ اگر ایک عورت درخواست دے دے گی کہ مجھے حصہ نہیں مل رہا تو تمام پارٹنرز کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس عورت کو تین ماہ میں یا زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے اندر حصہ دیں۔ دوسری بات بھی سن لیجیے کہ بعض غیر ملکی این جی اوز اس ملک میں بہت خطرناک قسم کا بے حیائی کا طوفان لانا چاہتی تھیں۔ ان میں سے اٹھارہ کو ملک سے نکال دیا گیا ہے

جس کی وجہ سے ہمارے سیکولر حضرات کو بہت سیاپا پڑا ہوا ہے۔اس طرح کی بیس دوسری این جی اوز کو نوٹس دے دیا گیا ہے۔ یہ دو چھوٹے چھوٹے اقدام کیے گئے ہیں لیکن ابھی اس حوالے سے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ مدینہ کی ریاست میں بنیادی شے معاشرتی مسئلہ ہے جس پر قرآن پاک نے سب سے زیادہ زور دیا ہے کہ معاشرہ حیادار ہو، پاکیزہ ہو، شرم وحیا کی بنیاد پر قائم ہو، پردہ ہو وغیرہ۔ان چیزوں کا تو حکومت میں ذکر ہی نہیں ہے عمل تو بہت بعد کی بات ہے۔صرف سوشل جسٹس کی ہی اگر بات کرنی تھی تو بجائے اس کے کہ مدینہ کا نام لیتے کسی سیکنڈے نیوین ریاست کا نام لے لیتے۔

سوال: پی ٹی آئی حکومت کا مستقبل کیا ہوگا؟

اوریا مقبول جان: میرا خیال ہے کہ عمران خان مڈٹرم الیکشن کرانا چاہے گا اور باقی لوگ بھی چاہیں گے کہ اگر سال یا سوا سال میں ایک استحکام آ گیا تو الیکشن ہو سکتے ہیں کیونکہ مارچ کے بعد جس پیٹرن پر چیزیں چل پڑی ہیں بتقریباً ایک سو بیس قوانین تبدیل کر رہے ہیں۔ یہ تبدیلی اگر آ جائے تو بہت بڑی تبدیلی ہوگی۔اب وہ اپنی بیوی کی طرح کسی کو برقع تو نہیں پہنا سکتا۔آپ یہ تو دیکھیں کہ وہ کن لوگوں سے نکلا ہے۔اس کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا سارا دینی طبقہ اس سے نفرت کرتا ہے۔آپ پاکستان کی دینی جماعتوں کے میڈیا سیلز کی پوسٹیں چیک کر لیں اگر ان میں سے اسی فیصد جھوٹ پر مبنی نہ ہوں تو میرا گریبان پکڑ لیجیے گا۔کیا یہ ہو سکتا ہے کہ علماء نے یہ حدیث نہ پڑھی ہو کہ جو کسی کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو وہ الفاظ واپس اپنے اوپر لوٹ آتے ہیں لیکن اس کے باوجود بہت سے علماء ہیں جو سٹیج پر کھڑے ہو کر عمران خان کو یہودی اور قادیانی کہہ دیتے ہیں۔حالانکہ ریاست مدینہ کے حوالے سے ہمارے اسلاف کا طرزِ عمل یہ تھا کہ وہ حکمرانوں کی راہنمائی کرتے تھے اور اگر وہ اس کے خلاف کرتا تھا تو پھر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے۔

ایوب بیگ مرزا: اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ علماء دیوبند کے سرخیل مولانا فضل الرحمان ہیں اور کے پی کے کا صوبہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا انہیں اس کی بہت تکلیف ہے۔ کیونکہ ان کا کے پی کے پر بڑا ہولڈ تھا۔

اوریا مقبول جان: مولانا فضل الرحمان جدید دور کے بہت بڑے سیاستدان ہیں۔اگر ان کی داڑھی نہ ہوتی تو زرداری وغیرہ کی ان کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہ ہوتی۔مولانا نے دیوبندی علماء کو یہ خوف دلایا ہوا ہے کہ اگر تم میرے ساتھ نہیں چلو گے تو تمہیں ختم کر دیا جائے گا۔

❀❀❀

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کی مصروفیات

(06 دسمبر تا 12 دسمبر 2018ء)

جمعرات (06 دسمبر) کو صبح 9 بجے دارالاسلام میں تحریک خلافت پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعدازاں تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ جمعہ (07 دسمبر) کی شام کو طے شدہ پروگرام کے مطابق کراچی روانگی ہوئی۔

ہفتہ (08 دسمبر) کو صبح 8 بجے قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں انجمن خدام القرآن سندھ کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ 10:30 بجے صدرِ انجمن سندھ اور اُن کے معاونین کے ساتھ ایک خصوصی نشست منعقد ہوئی، جس میں انجمن کے مالی بحران کے حوالے سے مختلف تجاویز پر غور کیا گیا۔اسی شام 5 بجے سے اذانِ عشاء تک قرآن اکیڈمی، یٰسین آباد ہی میں تنظیم اسلامی کے حلقہ کراچی شمالی کی مجلس شوریٰ کے ارکان سے ملاقات اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد نمازِ عشاء حلقہ کے کل رفقاء اجتماع میں شرکت کی۔ حلقہ کے مقامی امراء اور ذمہ داران کے تعارف کے بعد سوال و جواب کی عمومی نشست ہوئی، جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہی۔ آخر میں امیر تنظیم نے سورۃ العصر کے حوالے سے مختصر تذکیری گفتگو کی، جس کے بعد دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔ بعدازاں حلقہ کے رفقاء کے ساتھ عشائیہ میں شریک ہوئے۔ اتوار (09 دسمبر) کو صبح 10:30 تا دوپہر 12:30 بجے قرآن انسٹیٹیوٹ، گلستانِ جوہر میں تنظیم اسلامی کے حلقہ کراچی وسطی کے کل رفقاء اجتماع میں شرکت کی۔ حسبِ معمول مقامی ذمہ داران کے تعارف کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد نمازِ ظہر امیر حلقہ کراچی وسطی (جناب عارف جمال فیاضی) کے گھر پر ظہرانہ میں شریک ہوئے۔ شام 05:30 تا رات 07:30 بجے تنظیم اسلامی کے حلقہ کراچی جنوبی کے دفتر میں حلقہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان سے ملاقات کی۔ فرداً فرداً تعارف کے بعد اظہارِ خیال اور سوال و جواب کی نشست رہی۔ ہفتہ کے دن کی تمام مصروفیات میں اور اتوار کو اس پروگرام تک تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ بھی امیر محترم کے ہمراہ رہے۔ رات 9 بجے حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت (جناب ذیشان حفیظ) کے گھر پر حسب پروگرام عشائیہ میں شرکت کی۔ سوموار (10 دسمبر) کو صبح 08:30 تا 10:30 بجے قرآن اکیڈمی، یٰسین آباد میں منعقدہ ملتزم تربیتی کورس میں ”امیر اور مامور کے باہمی تعلقات“ کے موضوع پر لیکچر دیا۔ بعدازاں دن 11 تا 1 بجے اسی مقام پر مبتدی وملتزم تربیتی کورسز میں ”قراردادِ تاسیس اور تعلق مع اللہ“ کے حوالے سے خطاب کیا۔ سہ پہر 3 بجے ایئر بلیو کے ذریعے لاہور روانگی ہوئی۔

منگل (11 دسمبر) کو قرآن اکیڈمی میں صبح 10:30 تا 11:30 بجے تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم نشرواشاعت اور مرکزی ناظم بیرون پاکستان نے امیر تنظیم سے ایک خصوصی ملاقات کی۔ بعدازاں دن 12 بجے جناب نصرت علی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ان سے مرکزی انجمن خدام القرآن کے تحت منعقد ہونے والے مختلف علمی کورسز کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ 12:30 بجے شارجہ میں مقیم ایک حبیب جناب عمران احمد ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ بعد نمازِ عصر لاہور کے ایک حبیب جناب محمد شفیق اپنے ایک ذاتی مسئلے کے حوالے سے گفتگو کے لیے آئے۔ شام 06:30 بجے طے شدہ پروگرام کے مطابق تنظیم اسلامی کے حلقہ لاہور غربی کی مقامی تنظیم ٹاؤن شپ کے رفقاء سے ادارہ اصلاح وتبلیغ میں اجتماعی ملاقات کی۔ اس موقع پر نائب ناظم اعلیٰ (مرکز) جناب ڈاکٹر امتیاز احمد بھی موجود تھے۔ رفقاء سے تعارف کے بعد سوال و جواب کی بھرپور نشست ہوئی۔ بدھ (12 دسمبر) کو صبح 10 بجے سے دوپہر 12 بجے تک دارالاسلام میں حلقہ اسلام آباد کے ایک رفیق سے تنظیمی امور کے حوالے سے ملاقات کی، جس میں نائب ناظم اعلیٰ (مرکز) بھی شریک ہوئے۔

طریق کوہکن میں بھی......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

حکومت ہاتھ میں لینے کا شور وغوغا، بے تابی بے قراری اتنی تھی کہ ہم دم سادھے منتظر تھے کہ: دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا! خیال تھا کہ زبردست ہوم ورک ہو گا۔ بہترین ذہین وفطین ماہرین کی ٹیمیں آ کر ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب برپا کر دیں گی۔ معیشت پر سے قرض خواہی کے دھبے دھلیں گے۔ ایک پیج پر بیٹھنے والے مقتدرین اور فدوی سویلین ملک کا مقدر بدل دیں گے......لیکن سب ٹائیں ٹائیں فش۔ مسلسل متنازع فیصلے، اکھاڑ پچھاڑ، ادھیڑ بن، افراتفری۔ آسمان سے تارے تو کیا توڑ لائے جاتے، صرف روزگار، کاروبار، دکانیں، تھڑے، ٹھیلے، غریب کی ریڑھیاں توڑی الٹائی گئیں۔ تجاوزات کے نام پر ملک بھر میں تہلکہ برپا ہے۔ ایک کروڑ نوکریاں اور 50 لاکھ گھر تو دیوانے کا خواب ٹھہرے۔ البتہ ایمپریس مارکیٹ کراچی کے ہلے میں 800 دکانیں گرائیں، 2000 خاندان بے روزگار ہوئے۔ گورنر ہاؤس لاہور کی دیواریں بھی ڈھے چلی تھیں۔ کورٹ کے حکم امتناعی نے جلد ہی بکھرتی اینٹیں رکوا دیں، ورنہ انہی اینٹوں کو اکٹھا کر کے نیا پاکستان تعمیر ہونا تھا!

ایمپریس مارکیٹ تو یوں بھی ایک تاریخ رکھتی تھی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ستمبر 1857ء میں برطانوی تسلط کے خلاف جنگ آزادی کے سپاہی توپوں کے دہانوں سے باندھ کر اڑائے گئے۔ یہیں سے اس دور کے گوانتانا موبے، کالا پانی کے لیے جہاز جاتے رہے۔ باشعور لوگ شہداء کی یاد میں اسے جنگ آزادی کی قتل گاہ جان کر یہاں اکٹھے ہوتے رہے۔ کسی یادگار کے بن جانے کے اندیشے میں ملکہ وکٹوریہ کے نام پر یہاں 1887ء میں ایمپریس مارکیٹ بنا دی گئی۔ اب ڈھائی جانے والی دکانوں پر یکا یک قیامت ٹوٹی۔ پیشگی اطلاع، نوٹس، سامان بچا لینے کی کوئی سبیل، کچھ بھی نہ ہوا۔ سبھی کچھ بلڈوزروں کا لقمہ بن گیا۔ اچانک دھاوا بول کر اسرائیل بمقابلہ اہل غزہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ باپ دادا کے زمانوں کا، کاروبار یک لخت اجڑ گیا۔ دکاندار نے کہا...... مجھے قتل تو نہیں کیا مگر میرا ابھی کچھ لٹ گیا۔ وہ اس کا کرایہ اگرچہ باقاعدہ ادا کرتے رہے۔ اگر غیر قانونی تھا تو کرائے کیوں وصول کیے جاتے رہے؟ گرانے والے، چرانے کے درپے رہے۔ ڈیپ فریزر سے لے کر قصابوں کے چھرے تک غائب ہو گئے۔ (جو آگے کٹوں کے کاروبار میں کام آئیں گے؟) البتہ خوش خوشحال طبقہ فرانسیسی شہزادی کی طرح ایمپریس مارکیٹ کی اصل صورت نکل آنے، خوبصورتی بحال ہو جانے پر خوش ہو رہا ہے۔ رہے بے روزگاری کی بھینٹ چڑھنے والے تو وہ روٹی تو نہ ملی تو کیک، برگر، پیزا کھالیں! شہر خوبصورت ہو گیا۔ برطانوی ملکہ کی یادگار پھلے پھولے! رہے بے چارے مسلمان، تو یہ جگہ تو تھی ہی جائے شہادت! اب دکانوں کا خون ہو گیا۔

ادھر روپیہ یکا یک بے ہوش ہو کر ڈالر کے قدموں میں جا پڑا، جس پر ایک انگریزی اخبار نے سرخی لگائی: ''کراچی سٹاک ایکس چینج خون میں نہا گیا......'' ایک ہی جھٹکے میں 210 ارب کا نقصان کتنے کاروباریوں کو ڈبو گیا۔ ملک کمبوڈیا سے بھی پیچھے چلا گیا۔ قرضوں میں یک لخت اضافہ ہو گیا، لیکن خاطر جمع رکھیے۔ یہ قصور سارا پچھلی حکومت کے کھاتے میں ڈال کر، حکومت وقت نہائی دھوئی اجلی ہے! آپ یہ دیکھیں کہ پٹرول مبلغ دو روپے، نصف جس کا ایک روپیہ ہے، سستا کر دیا گیا۔ ادھر ہم نے اشرف غنی کی رعایا کے لیے افغانستان کو ایک ارب 70 کروڑ کی گندم تحفے میں دی ہے، بالواسطہ امریکہ کو خوش کرنے کو...... جہاں تک روپیہ گرنے کا سوال ہے وزیر اعظم کا کیا قصور؟ وہ تو کہتے ہیں کہ نہ ان سے پوچھا گیا نہ بتایا گیا، وہ تو بھلا ہو ٹیلی وژن کی خبروں کا۔ پھر تو کف افسوس ملنے میں وہ ہمارے برابر کے شریک تھے۔ سوا سی تجاہل عارفانہ پر حکومت چل رہی ہے۔ ساتھ ساتھ وزیر اعظم صاحب عارفانہ کلام سے پریس کانفرنس، انٹرویو کی صورت نوازتے رہتے ہیں۔

عالمی ایجنڈوں میں بھی ساتھ ساتھ رنگ بھرا جا رہا ہے۔ رینڈ کارپوریشن کی رپورٹوں میں ایک تشویش کا اظہار 2002ء سے چلا آ رہا ہے۔ وہ یہ کہ ہمارے ہاں 15 تا 35 سال کے نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ (Youth Bulge) ہے۔ ان میں سے بھی 5 لاکھ مدارس میں پڑھ رہے ہیں۔ سو اس پر خوب سینہ کوبی رہی۔ اب جب مشرف کے ادھورے ایجنڈے ایک پیج پر بیٹھے ہوؤں کے ہاتھوں پورا ہونے کا وقت آیا ہے، تو تحدید آبادی فطری ہدف ہے! چیف جسٹس صاحب، آسیہ سے عہدہ برآ ہو کر، ڈیم کا بندوبست کر کے، اب اگلا بند باندھنے چلے ہیں آبادی پر۔ رولا ڈالنے کو ایشوز تو چاہیے ہی ہوتے ہیں۔ اگرچہ گزشتہ 17 سالوں میں کم خرچ بالانشین کے اصول پر گورے نے 400 ڈرون حملوں میں اپنے خرچے پر ہماری آبادی جنت مکانی بنانے کا اہتمام کیا۔ اس کی جنگ (وزیر اعظم کے فرمان کے مطابق) لڑنے میں 75 ہزار پاکستانی جان بحق ہوئے۔ بے روزگاری پر ہونے والی خودکشیاں، روشن خیالی کے نتیجے میں اگنے والی عشق عاشقی میں ناکامی پر خودکشیاں ہوتی رہیں۔ کراچی کی آبادی گھٹانے کا کام بھی ٹارگٹ کلرز کو ٹھیکے پر دیے رکھا۔ گھروں سے بھاگ کر والدین کا گھر، خاندان اجاڑ کر نئے گھر بسانے والوں کو ظالموں نے غیرت کے نام پر قتل کر کے آبادی کم کر دی۔ موجودہ سیٹ اپ میں تو ہارٹ فیل ہونے کے امکانات اور بڑھ گئے ہیں۔ سو مصنوعی بند باندھنے کی ضرورت بھی کیا ہے تحدید آبادی کے لیے؟

ثاقب نثار نے کانفرنس میں فرمایا کہ ''اس بلا پر 60 سالوں میں توجہ نہیں دی گئی، کھانے والے منہ بڑھ رہے ہیں، وسائل ختم ہو رہے ہیں۔'' (کیا اب دو موہنوں والے بچے پیدا ہو رہے ہیں؟) حالانکہ اگر 60 سال پہلے کہیں یہ توجہ دے دی گئی ہوتی تو آج جو زرمبادلہ آپ کی ڈوبتی معیشت کا ایک بڑا سہارا ہے یہ نہ ہوتا! یہ ہماری آبادی کی نعمت ہے جسے برآمد کر کے ہمارے بچے کھچے چولہے آج چل رہے ہیں۔ یورپی ممالک کی مجبوری ہے کہ انہوں نے تحدید آبادی کر کے اپنے ملک خالی کر لیے۔ آج دنیا بھر کی لیبر اور مہاجرین ان کے ملک چلا رہے ہیں! کیا ہمارے بڑے یہ نہیں جانتے کہ ان کے ہاں اب اولاد پیدا کرنے پر بونس، پلاٹ (اٹلی میں)، مراعات کا لالچ دے دے کر، اکسایا جاتا ہے۔ عیش کوش، نفس پرست

آبادیاں نہ شادی کی ذمہ داری نہ بچے پالنے کی کھکھیڑ اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ سو آپ چاہتے ہیں پاکستان بھی ان کی طرح کتے، بلیوں والا ملک بن جائے؟ ان کے ہاں گودوں میں ہمکتے بچوں کی جگہ ہاتھ میں کتے کی زنجیر ہوتی ہے! اور یہ جو 'ریاست مدینہ' کی حاکمیت اعلیٰ والے رب کا حکم قرآنی ہے: ''اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 31) نبی محترم ﷺ کا فرمان: ''تم بہت محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، میں تمہاری کثرت کی وجہ سے فخر کرسکوں گا کہ میرے پیروکاروں کی تعداد دوسری امتوں سے زیادہ ہے۔'' (ابو داؤد) اس کی جیتی جاگتی مثال کوئٹہ کے ایک ڈاکٹر اور تاجر کی سامنے آنے والی ویڈیو ہے جو تین بیویوں سے 35 بچوں کا باپ ہے۔ ماہانہ بچوں پر ایک لاکھ خرچ کرتا ہے۔ خوش خوشحال بچوں میں گھرا ہے۔ دنبے ذبح کر کے انہیں کھلاتا ہے! رازق نے تو اسے کمی نہ دی۔ اللہ رحم کرے، کہیں اس کی تجارت تجاوزات والوں کے ہتھے نہ چڑھ جائے!

مغرب کو مثال نہ بنائیں۔ جرمنی گرتی شرح پیدائش کے ہاتھوں حواس باختہ ہوا، 150 بلین یورو سالانہ خاندان، بچوں کے لیے مختص کیے ہوئے ہے۔ گورا ہمیں آبادی روکنے کے لیے جو فنڈز دے رہا ہے وہ حقیقی فلاح و بہبود آبادی پر خرچ ہوں۔ وسائل کی درست تقسیم ہو۔ ایک طرف ہیلی کاپٹروں میں کتے (بروزن خاتون اول، کتائے اول) سفر کریں، دوسری طرف پیدل چلنے کو جوتا بھی میسر نہ ہو۔ مسئلہ معاشی ناانصافی اور لوٹ کھسوٹ کا ہے۔ طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی! بڑے ملکوں کی ترقی یافتگی؟ انسانی سطح پر جاپان کا حال یہ ہے کہ پہلے جاپانی سالہا سال لنڈورے پھرتے ہیں، طلاق کے خوف سے شادی نہیں کرتے۔ پھر طلاق اور افلاس کے خوف سے شادی کے بعد بچے پیدا نہیں کرتے۔ سو ایڑیاں اٹھا اٹھا کر باہر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ بچے کم، بدحال گھرانہ! یہ کہنا کہ ''جہالت، علم کی کمی سے آبادی بڑھ گئی؟'' استغفر اللہ! اقبال اس علم پر تین حرف بھیج چکے۔ اللہ، رسول ﷺ کی تعلیمات کو شعر میں پرو کر:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

اور یہ بھی کہ:

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش!

سو اللہ گودوں میں بچے مہکتے، ہمکتے رکھے۔ پھلواریاں پھلیں پھولیں۔ عورت کی نسوانیت اور مرد کی مردانگی کی خیر مانگتے ہیں خالق، رب اور رازق سے، جس پر ایمان 'ریاست مدینہ' کا عنوان ہے! رہا بے چارہ رابرٹ مالتھس اور اس کے آبادی کے فلسفے، تھیوری پر ایمان اور لاریب قرآن کی نفی؟ مالتھس غلط ثابت ہو چکا۔ ڈارون ہی کی طرح! 1798ء میں تیر تکے لگانے والا کہاں، اور ازل تا ابد الآباد جہانوں زمانوں کے خدا کے علم وحکمت کی لازوال وسعتوں کی دائمی سچائیاں کہاں! ژولیدہ فکری کی کوئی انتہا تو ہو! یہ فکر آپ کے ذمے نہیں۔ پاکستان کی آبادی کفر کی آنکھ کا کانٹا ہے۔ اس کے ایجنڈے ہمیں نہ پڑھائیے۔ صرف آبادی کے زور پر امریکہ، یورپ میں مسلمان بڑھ جانے کو ہیں اور اسی سے وہ سہمے بیٹھے ہیں! سیدہ ہاجرہ کے نقش قدم پر حج عمروں میں سعی کو جزو عبادت بنانا، اللہ رب العزت کا ماں اور ماتا کو خراج تحسین ہے! صرف ننگے پاؤں روضہ مبارک پر جانا کافی نہیں، فکر وعمل کی حقیقی دنیا آباد کریں۔

❁❁❁

مرکز تنظیم اسلامی کی جانب سے

مبتدی نصاب کی آڈیو (mp3) ریکارڈنگ

ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کی آواز میں

کسی بھی ڈیوائس پر دستیاب ہے

قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں	رب ہمارا
دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن حکیم	راہ نجات
حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے	عزم تنظیم
رسول ﷺ انقلاب کا طریقہ انقلاب	تعارف تنظیم اسلامی
تنظیم اسلامی کی دعوت	تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر
اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت	انفرادی نجات اور اجتماعیت کے لیے قرآن کا لائحہ عمل

ملنے کا پتہ: ''دارالاسلام'' مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ، چوہنگ لاہور

فون: 79-35473375(042)

تیار کردہ: انجمن خدام القرآن فیصل آباد

P-45 قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد فون: 2437618-2437781(041)

ضرورت رشتہ

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، ایم اے اسلامیات (بی ایڈ، ایم ایڈ، مع ترجمہ تفسیر)، قد "5'5 کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ گوجرانوالہ وگردونواح سے صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-9627033

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم ایس سی رجوع الی القرآن کورس، شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0335-4406634

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم ایس سی سائیکالوجی، قد "5'7 کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4239559

کتابِ انقلاب

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

"اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔" (آل عمران:164)

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

کچھ دیر کے لیے حال سے رشتہ توڑ کر ان بھاگتی دوڑتی گاڑیوں اور ترقی یافتہ دور سے نظریں ہٹا کر پندرہ صدیاں پیچھے لوٹ جائیں، تاریخ کے صفحات کھنگالیں اور دیکھیں دنیا میں کیا تھا؟

ظلمت ہی ظلمت تھی، اندھیرا ہی اندھیرا تھا، ظلم و ستم کا دور دورہ تھا، جور و جفا عام تھا، شراب نوشی اور زنا کاری معیوب نہ تھی، چوری اور ڈاکہ زنی پر فخر کیا جاتا تھا، انسان، انسان کے خون کا پیاسا تھا، بچیوں کو زندہ در گور کیا جاتا تھا، عورت، حیوانوں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی، کمزوروں اور ضعیفوں کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا، جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کا قانون تھا۔ قبائلی لڑائیاں سالہا سال تک جاری رہتی تھیں۔ انتقام در انتقام کا سلسلہ چلتا رہتا تھا، افراتفری تھی، اضطراب تھا، ظلم تھا، بے چینی تھی، بدی کا راج تھا اور بے حیائی کا غلبہ تھا۔ انسانیت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھنے کو تھا کہ وہ رب جو خزاں میں بہار پیدا کرتا ہے۔ وہ رب جو ظلمتِ شب کے بعد نورِ سحر پیدا کرتا ہے۔ وہ رب جو قحط سالی میں کلبلاتے انسانوں، بلبلاتے حیوانوں اور تڑپتے کیڑے مکوڑوں پر رحم کرتے ہوئے بارش برساتا ہے۔ اسی رب کو جو میرا، آپ کا اور ہر شے کا رب ہے اسے اشرف المخلوقات کی حیوانوں سے بدتر حالت پر رحم آ گیا اور اس نے کائنات کے مقدس ترین انسان کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیج دیا اور اپنے پیغمبر ﷺ کو قرآن کی صورت میں انسانیت کا دستور دیا، ہدایت کا منشور دیا، راہِ زندگی کا نور دیا، قرآن کی انقلابی تعلیمات نے انقلاب برپا کر دیا اور ایسا انقلاب کہ دنیا اس کی مثال لانے سے قاصر ہے۔

قرآن نے شہر بدل دیئے، صحرا بدل دیئے، فضائیں بدل دیں، بازار بدل دیئے، کاروبار بدل دیئے، ذہن بدل دیئے، عقائد بدل دیئے، سوچنے کے انداز بدل دیئے، راستے بدل دیئے، منزل بدل دی، معیشت بدل ڈالی، تجارت بدل ڈالی، معاشرت بدل ڈالی، ثقافت بدل ڈالی، سیاست بدل ڈالی، حکمرانی کا انداز بدل ڈالا، زندگیاں بدل ڈالیں، زندگیوں کے رخ بدل ڈالے، ظاہر بدل ڈالا، باطن بدل ڈالا۔

ڈاکو اور لیٹرے، محافظ اور نگہبان بن گئے۔ ظالم اور ستم گر، عادل و ہمدرد انسان بن گئے۔ فاسق و فاجر، زاہد و پارسا بن گئے۔ عرب کے چرواہے زمانے کے مقتدا اور رہنما بن گئے۔ شرابی اور بدکار زاہد شب زندہ دار بن گئے۔ جو ذرّہ تھا وہ گہر بن گیا، لوہا تھا پارس بن گیا، قطرہ تھا دریا بن گیا، پیاسا تھا ساقی بن گیا، مدعو تھا داعی بن گیا، جاہل تھا عالم بن گیا، بدتھا نیک بن گیا، ابوبکر تھا صدیق بن گیا، عمر تھا فاروق بن گیا، عثمان تھا ذوالنورین بن گیا، علی تھا حیدرِ کرار بن گیا، معاویہ تھا کاتبِ وحی بن گیا، بلال ؓ تھا مسجد نبوی کا مؤذن بن گیا، حمزہ ؓ تھا اسد اللہ بن گیا، خالد ؓ تھا سیف اللہ بن گیا، ابوعبیدہ ؓ تھا امین الامۃ بن گیا۔

یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ کیوں کر ہوا؟ یہ انقلاب کیسے آیا؟ میں عرض کروں یہ انقلاب رسول اللہ ﷺ کی محنت سے برپا ہوا۔ یہ انقلاب قرآن کے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے برپا ہوا۔ یہ تبدیلی قرآن کی انقلابی تعلیمات کی برکت سے آئی، یہ تغیر قرآن کو اپنا امام اور مقتدا بنانے سے پیدا ہوا۔

قرآن آج بھی ہمارے پاس موجود ہے اور اسی طرح موجود ہے جس طرح نازل ہوا تھا۔ اس کی کسی آیت میں تبدیلی نہیں ہوئی، اس کی کوئی حرکت زبر زیر، کوئی شوشہ نہیں بدلا۔ وہ ہدایت اور روشنی اور تاثیر جو پندرہ صدیاں پہلے اس میں تھی وہ آج بھی ہے۔ قرآن آج بھی زندگیوں میں تبدیلی لا سکتا ہے، دنیا میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ ہمارے اخلاق اور اعمال کو درست کر سکتا ہے، ہمارے نظریات و افکار کی اصلاح کر سکتا ہے، ہمیں دنیا میں عزت و اقتدار دلا سکتا ہے، ہمیں سچا سکون اور حقیقی خوشی دلا سکتا ہے مگر اللہ کا کوئی بندہ اسے پڑھے تو سہی، اسے سمجھے تو سہی، اس کے مطابق عمل تو کرے۔

مگر ہائے افسوس! آج ہمارے پاس ہر قسم کی خرافات اور بکواس کے لیے وقت ہے، گپ بازی کے لیے وقت ہے، فلموں اور ڈراموں کے لیے وقت ہے، میوزک اور رقص و سرود کے لیے وقت ہے، ناولوں اور افسانوں کے لیے وقت ہے، لیکن اگر وقت نہیں ہے تو قرآن پڑھنے کے لیے نہیں، قرآن سمجھنے کے لیے نہیں، اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے نہیں ہے۔

ارے مسلمان! تم کتنے بدنصیب ہو تمہارے گھر میں خزانہ ہے مگر تم دوسروں سے بھیک مانگتے رہے ہو، تمہارے پاس روشنیوں کا منبع ہے مگر تم امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین سے روشنی مانگ رہے ہو۔ تمہارے سامنے آبِ شیریں کا دریا بہہ رہا ہے مگر تم العطش پکار رہے ہو، ارے چھوڑ دو! لینن اور اسٹالن کو، ماؤزے تنگ اور مغربی جمہوریت کے سراب کو، تم قرآن کا دامن تھام لو! سارا یورپ تمہارے قدموں میں آ گرے گا، جدید دنیا کسی نئے نظام کی تلاش میں ہے، ارے اٹھو! اور اس کے سامنے قرآنی نظام پیش کرو، افسوس ہے تم پر کہ تم خزانے کے سانپ بنے بیٹھے ہو نہ خود قرآن سے فائدہ اٹھاتے ہو نہ دنیا کے استفادہ کے لیے اسے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہو۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو قرآن حکیم پڑھنے پڑھانے، سمجھنے، سمجھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

معاشی ترقی کا اصل راز

رفیق چودھری

موجودہ دور میں قوموں کی مضبوطی، طاقت اور ترقی یافتہ ہونے کا انحصار ان کی معیشت پر ہے اور کسی قوم کی معاشی حالت کا اندازہ اس بات سے نہیں لگایا جاتا کہ اس میں کتنے لوگ کتنے امیر ہیں۔ بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ اجتماعی سطح پر قوم کی معاشی حالت کیا ہے؟ مثال کے طور پر پاکستان میں چند خاندان اتنے امیر ہیں کہ ان کی دولت کا کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ صرف زرداری اور شریف خاندان کے پاس اتنی دولت ہے کہ اس کو جمع کیا جائے تو پاکستان کے سارے قرضے اُتر جائیں گے۔ اسی طرح دیگر سینکڑوں خاندان ہیں جن سے ان کی دولت سنبھالی نہیں جاتی اور وہ انہوں نے آف شور کمپنیوں میں لگا رکھی ہے۔ مگر کیا اس کے باوجود پاکستانی قوم ترقی یافتہ کہلائے گی؟ اس کے باوجود کیا پاکستان اتنا مضبوط اور طاقتور ہے کہ کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ دوسرے ملکوں کو کنٹرول کرے؟ ہرگز نہیں بلکہ پاکستان دوسروں کا محتاج ہے، ہر ادارہ غیر ملکی امداد پر چل رہا ہے، قوم مقروض ہے لہٰذا ہماری پالیسیاں بھی آزاد نہیں ہیں اور 80 فیصد آبادی خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ لہٰذا اس کے باوجود کہ ہمارے ملک میں بڑے بڑے امیر خاندان ہیں مگر پاکستان ایک نیم خودمختار ملک اور پاکستانی قوم غریب قوم کہلاتی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ وہ دولت قوم کی دولت تھی جواب صرف چند خاندانوں کی ذاتی ملکیت بن چکی ہے اور وہ دولت اب قوم کو بجائے فائدہ پہنچانے کے اُلٹا نقصان دے رہی ہے۔ کیونکہ پیسہ پیسے کو کھینچتا ہے۔ وہی دولت الیکشن میں لگا کر یہ خاندان حکومت میں آتے ہیں اور الیکشن میں لگائی گئی دولت کا دس بیس گنا نکالنے کے لیے ایسی معاشی پالیسیاں ترتیب دیتے ہیں جس سے قوم کا مزید استحصال ہوتا ہے۔ اس استحصال سے جو دولت حاصل ہوتی ہے اسے وہ ملک سے باہر لے جا کر خود آف شور کمپنیوں میں لگاتے ہیں تاکہ ٹیکس نہ دینا پڑے۔ جبکہ دوسری طرف عوام پر ٹیکس دوگنا چوگنا کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے بھی جب دل نہیں بھرتا تو بیرونی قرضے لیتے ہیں اور مختلف سکیموں، منصوبوں کے نام پر بھاری کمیشنوں اور دیگر حیلے بہانوں سے بیرونی قرضوں کی یہ رقم بھی ان چند خاندانوں کے پاس چلی جاتی ہے اور بیرونی قرضوں کا بوجھ بھی عوام پر آجاتا ہے جو مزید ٹیکسز اور مہنگائی کی صورت میں عوام اُٹھانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ عوام کی ہی لوٹی ہوئی دولت عوام کے لیے مصیبت بن جاتی ہے جو عوام کو غریب سے غریب تر کرتی چلی جاتی ہے اور وہ خاندان جن کے پاس عوام کی دولت اکٹھی ہوتی چلی جاتی ہے وہ امیر سے امیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ملک بیرونی قوتوں کی امداد کا محتاج ہو جاتا ہے لہٰذا ان کی پالیسیوں پر چلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ عوام کی ساری تگ و دو دو وقت کی روٹی کے حصول تک محدود ہو جاتی ہے لہٰذا قومی غیرت وحمیت ختم ہو جاتی ہے اور نظریاتی سطح پر قوم شکست خوردہ ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی قوم میں چاہے کتنے ہی امیر ترین لوگ کیوں نہ ہوں اور چاہے محلوں میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں اُن کی اس دولت سے قوم کی معیشت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ ان کی دولت قومی دولت نہیں ہوتی جبکہ قوموں کی معیشت کا اندازہ صرف قومی دولت سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر آج ہم صرف ایک ڈیم بنانے کے لیے چندے مانگنے پر مجبور ہیں جبکہ دنیا کے کئی دیگر ممالک مریخ اور دور دراز سیاروں اور ستاروں پر خلائی مشن بھیج رہے ہیں، روس، امریکہ اور دیگر کئی ممالک خلاء میں بستیاں بسانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ کیا یہ سب کام وہ چندوں سے کر رہے ہیں؟ اسی طرح آج اسرائیل پوری دنیا کی حکومتوں اور میڈیا کو کنٹرول کر رہا ہے تو کیا وہ یہ سب چندوں کے ذریعے کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ سب کام قومی معیشت کے بل بوتے پر ہو رہے ہیں اور ہمارے ہاں قومی معیشت کا وہ تصور ہی نہیں ہے جو ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔ بدقسمتی سے انگریز سامراج نے ہماری قومی اور نظریاتی اقدار کو مٹانے کے لیے اپنی تہذیب تو ہم پر مسلط کر دی اور ہم نے بھی مغربی تہذیب کو ہنسی خوشی قبول کر لیا لیکن قومی معیشت کا وہ تصور ہم نہیں لے سکے جس نے جاگیرداری نظام کی جگہ لے کر یورپ کا نقشہ بدل دیا۔ حقیقت میں قومی معیشت کا یہ تصور سب سے پہلے اسلام نے ہی دیا تھا۔

بجائے اس کے انگریز سامراج نے جانتے بوجھتے ہمارے اوپر وہی جاگیرداری نظام مسلط کر دیا جس نے یورپ کے عوام کو ایک عرصہ تک اپنے استحصالی پنجوں میں جکڑے رکھا اور اسی جاگیرداری سسٹم کے بل بوتے پر یورپ میں بادشاہتیں چلتی رہیں۔ پھر جب صنعتی انقلاب نے سرمایہ داروں کو اُبھارا تو انہوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے جاگیردارانہ نظام کی جگہ جمہوریت کو متعارف کروایا۔ اس جمہوریت کے ذریعے جو لوگ حکومت میں آئے انہوں نے سرمایہ داروں کے مفادات کا تحفظ تو کیا لیکن ساتھ اپنے وطن اور قوم سے وفاداری اور محبت کا کچھ نہ کچھ ثبوت دیتے ہوئے قومی معیشت کے تصور کو بھی پروان چڑھایا جس کے تحت قومی دولت میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس قومی دولت کے بل بوتے پر ان ممالک نے موجودہ مقام حاصل کیا۔

لیکن ہمارے ہاں انگریزوں نے اپنا جابرانہ اور ظالمانہ قبضہ برقرار رکھنے کے لیے اسی جاگیرداری نظام کو پروان چڑھایا جس کے بل بوتے پر یورپ میں پہلے ظلم و جبر پر مبنی استحصالی بادشاہتیں قائم تھیں۔ یہ استحصالی جاگیردارانہ نظام آزادی کے بعد بھی آج تک قائم ہے۔ بلکہ آزادی کے لمحات میں جب پنڈت نہرو نے بھارت میں جاگیرداری سسٹم ختم کرنے کا اعلان کیا تو اکثر کانگریسی مسلمان جاگیردار بھی کانگریس چھوڑ کر مسلم لیگ میں آ گئے۔ بعد ازاں اگرچہ نام کی جمہوریت بھی یہاں قائم ہوئی لیکن اس کی گردن ہمیشہ ان جاگیرداروں کے ہی ہاتھ میں رہی اور انہوں نے کبھی یہاں قومی معیشت کا تصور پروان چڑھنے ہی نہیں دیا۔ بلکہ ملکی سیاست اور جمہوریت کی طرح معیشت کو بھی اپنی مٹھی میں رکھا۔ اسی جاگیردار اور سرمایہ دار طبقے کے لوگ پارٹیاں بدل بدل کر اسمبلیوں میں آتے رہے اور ملک کو لوٹ لوٹ کر سارا پیسہ باہر لے جاتے رہے اور دوسری طرف اسی جاگیردارانہ نظام کے اثرات (باقی صفحہ 17 پر)

سیدین شہیدین کی لازوال تحریک

محسن فارانی

مئی 1799ء میں سلطان ٹیپو شہید ہو چکے تھے۔ ان کے بعد انگریزوں نے مرہٹوں کی طاقت توڑ کر 1803ء میں دہلی پر قبضہ کرلیا اور شاہ عالم ثانی انگریزوں کا وظیفہ خوار بن گیا۔ یوں ہندوستان پر برطانوی حکومت کا آغاز ہوا جبکہ 1799ء میں رنجیت سنگھ لاہور پر قابض ہو کر ایک مضبوط سکھ ریاست قائم کر چکا تھا۔ ان تیرہ و تار حالات میں سید احمد شہید نے مسلمانوں کی دینی اصلاح کے ساتھ ساتھ جہادی تنظیم قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ شاہ عبدالعزیزؒ انہی دنوں ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دے چکے تھے۔ دہلی میں انہیں خانوادہ شاہ ولی اللہ کے دو ممتاز علماء شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی مل گئے اور وہ روہیل کھنڈ، آگرہ، اودھ (یوپی) کے مختلف شہروں کے دورے کر کے دینی اصلاح اور تنظیم جہاد کا کام کرتے رہے۔ شاہ اسماعیل عقیدہ توحید پر تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھ کر ہندوستان میں شرک و بدعت کی جڑ کاٹ چکے تھے۔ سید احمد نے نکاح بیوگان کا اجراء کیا جسے مسلمان شرفاء باعث ننگ سمجھنے لگے تھے۔ خود سید صاحب نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کیا وہ اپنے مریدوں کو فنون جنگ کی تربیت بھی دیتے رہے۔

حج بیت اللہ کے بعد سید صاحب 2 اپریل 1824ء کو وطن واپس پہنچے پھر ہمہ تن جہاد کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور پھر طے پایا کہ علاقہ سرحد کو مرکز بنایا جائے کیونکہ رنجیت سنگھ کی حکومت نے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی، یہاں تک کہ لاہور کی شاہی مسجد پر سکھوں کا قبضہ تھا۔ مسجد کے حجروں میں سکھ فوجی رہتے تھے اور مسجد کے صحن میں گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ عملی اقدام سے پہلے شاہ اسماعیل پنجاب کے خفیہ دورے پر آئے اور خود مشاہدہ کیا کہ سکھا شاہی میں مسلمان کس قدر مظالم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ گوالیار، ٹونک، اجمیر، حیدر آباد (سندھ)، شکار پور، کوئٹہ، قندھار، غزنی، کابل اور جلال آباد سے ہوتے ہوئے مجاہدین پشاور پہنچے۔ ادھر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بدھ سنگھ کو دس ہزار فوج دے کر اکوڑہ بھیج دیا تھا۔ 20 دسمبر 1826ء کو سید احمد کے 900 غازیوں نے شب خون مار کر سات سو سکھ موت کے گھاٹ اتار دیئے

جبکہ مسلم شہداء کی تعداد صرف 36 تھی۔ اس کامیابی کے بعد علماء اور خوانین نے 11 جنوری 1827ء کو ہنڈ کے مقام پر سید احمد کے ہاتھ پر امامت جہاد کی بیعت کی۔ ان میں پشاور کے سردار یار محمد خان اور سلطان محمد خان بھی شامل تھے۔ سکھوں سے لڑنے کے لیے ایک لاکھ کے قریب مجاہدین جمع ہو گئے لیکن یار محمد غدار نکلا۔ لڑائی سے ایک رات پہلے اس نے سید صاحب کو زہر دلوا دیا جس سے آپ علیل ہو گئے۔ اگلے روز لڑائی میں سکھوں کے پاؤں اکھڑنے لگے تو یار محمد اور اس کے بھائی شکست شکست کا شور مچاتے ہوئے میدان سے بھاگ نکلے۔ اس طرح غازیوں کی فتح شکست سے بدل گئی۔ اب سید صاحب نے پنجتار (خدو خیل) کو مرکز بنایا۔ بونیر و سوات کا دورہ کیا، دریں اثناء ہندوستان سے مجاہدوں کے قافلے آ گئے۔ پشاور و مردان اور کوہستان سے بھی کثیر تعداد میں لوگ ساتھ آ ملے۔ غازیوں نے سکھوں کو ڈمگلہ اور شنکیاری میں شکستیں دیں۔ خالص اسلامی ریاست قائم ہونے کے روشن امکانات تھے لیکن درانی سرداروں کی شرانگیزی کے باعث تحریک میں رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔

ان کے اکسانے پر بعض اور خوانین نے بھی منافقت کی روش اختیار کر لی۔ شعبان 1244ھ فروری 1829ء میں سید صاحب نے اڑھائی ہزار علماء و خوانین کو مرکز پنجتار میں جمع کر کے نظام شریعت کے نفاذ پر بیعت لی لیکن غداروں نے کام خراب کر دیا۔ ہنڈ کا رئیس خادے خان سکھوں سے مل گیا، وہ انہیں پنجتار پر چڑھا لایا لیکن سکھ فوج کے سالار کو لڑائی کی ہمت نہ پڑی۔ سید صاحب نے منافقین سے نمٹنے کے لیے پہلے ہنڈ فتح کیا، پھر درانیوں کے بھاری لشکر کو شکست دی جس میں یار محمد خان مارا گیا۔ اس کے بعد مجاہدین نے امب پر قبضہ کرلیا۔ نیز مردان کے قریب سلطان محمد اور اس کے بھائیوں کے لشکر پر کاری ضرب لگا کر مردان اور پشاور فتح کر لیے۔ اب سلطان محمد نے صلح کی درخواست کی سید صاحب نے جہاد میں امداد کے وعدے پر پشاور اس کے کنٹرول میں دے دیا۔ یوں پشاور سے اٹک اور دوسری طرف امب تک کا پورا علاقہ ایک نظام کے تحت متحد ہو گیا اور سید صاحب اطمینان سے پنجاب کی سکھ ریاست کے خلاف اقدام کی تیاری کرنے لگے جو دریائے سندھ سے ستلج تک اور ڈیرہ غازی خان سے سرینگر تک پھیل چکی تھی۔

1244ھ/1829ء میں جب پشاور سے اٹک اور امب تک سید احمد شہید کی اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو سکھوں پر اس قدر رعب چھا گیا کہ وہ اٹک پار کا پورا علاقہ سید صاحب کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گئے مگر آپ نے ان کی یہ مصالحانہ پیشکش اس بناء پر قبول نہ کی کہ حقیقی مقصد کوئی علاقہ یا جاگیر لینا نہ تھا بلکہ پورے پنجاب، کشمیر اور سارے ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بحالی اور شرعی نظام کا اجرا مقصود تھا۔ ادھر پشاور کے منافق سلطان محمد نے 1830ء کی سردیوں میں ڈیڑھ دو سو غازیوں کو بے خبری کی حالت میں شہید کرا دیا جو مختلف دیہات میں بکھرے ہوئے تھے اور جنہیں سید صاحب ہندوستان کی اسلامیت کا خلاصہ اور لب لباب کہتے تھے۔ بس وہی مجاہدین زندہ بچے جو امب اور پنجتار میں تھے یا بروقت اطلاع مل جانے پر محفوظ مقامات پر چلے گئے تھے۔ یہ تحریک جہاد کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا۔ سید صاحب نے سرحدی خوانین کے بار بار عہد توڑنے پر مناسب سمجھا کہ سرحد کا مرکز چھوڑ کر کشمیر منتقل ہو جائیں جہاں کے مسلمانوں کی طرف سے بار ہا دعوت آ چکی تھی۔

ہزارہ، مظفر آباد کے خوانین بھی ساتھ دینے کو ہمہ تن تیار تھے، چنانچہ سید احمد اور ان کے ساتھی دشوار گزار پہاڑی راستوں سے گزرتے ہوئے دریائے اباسین (سندھ) عبور کر کے راج دواری (بالائی ہزارہ) میں وارد ہوئے اور غازی بو، گڑھی منگ، گونش اور بالاکوٹ میں جہادی مرکز قائم کرتے ہوئے مظفر آباد تک پہنچ گئے۔ تحریک جہاد

کے معاون خوانین کو سکھوں کی دست برد سے بچانے کے لیے مجاہدین کچھ عرصے کے لیے بالاکوٹ میں مقیم ہوگئے۔ ان دنوں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فوجی سالار ہری سنگھ نلوہ نے صوبہ سرحد میں بدترین دہشت پھیلا رکھی تھی حتیٰ کہ مائیں اپنے بچوں کو سلاتے ہوئے کہتی تھیں، سو جاؤ ورنہ نلوہ پکڑ لے گا

جب سید احمد شہید بالاکوٹ میں مقیم تھے اس زمانے میں رنجیت سنگھ کا بیٹا شیر سنگھ دس ہزار فوج کے ساتھ مانسہرہ اور مظفر آباد کے درمیان چکر لگا رہا تھا۔ وہ مقامی مخبروں کی رہنمائی میں سکھ فوجیوں کی بڑی تعداد کو مٹی کوٹ کے ٹیلے پر پہنچانے میں کامیاب ہوگیا جو قصبہ بالاکوٹ کے عین سامنے مغرب کی جانب واقع ہے۔ یوں اپنوں کی غداری سے جنگ کا وہ سارا منصوبہ تلپٹ ہوگیا جو سید صاحب نے مظفر آباد اور کشمیر کو بیس بنانے کی شکل میں تیار کیا تھا۔ اب بالاکوٹ آنے والی ایک ایک پگڈنڈی پر مقابلہ کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ ارباب بہرام خان کی رائے تھی کہ ہمیں سکھ لشکر کے کیمپ پر حملہ کر دینا چاہیے لیکن پل توڑا جا چکا تھا۔ ارباب نے عرض کی، پل راتوں رات بن سکتا ہے مگر سید صاحب نے دل گرفتگی کے عالم میں کہا: ارباب! اس بات کو چھوڑیے جو کچھ ہونے والا ہے، یہیں ہو کے رہے گا۔ اس پر ارباب بہرام خان انگشت شہادت سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے: ایں سر در راہ خداتعالیٰ حاضر است!

24 ذی قعدہ 1246ھ/ 6 مئی 1831ء کو چاشت کے وقت راہ حق کے مجاہدین اور سکھ کفار میں بالاکوٹ اور مٹی کوٹ کے درمیانی میدان میں خونریز لڑائی شروع ہوئی۔ یہ جمعہ کا دن تھا، لڑائی تقریباً 2 گھنٹے جاری رہی، سکھوں کی تعداد غازیوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ سینکڑوں سکھ مارے گئے اور تقریباً 300 غازیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان میں خود سید احمد اور شاہ اسماعیل بھی شامل تھے۔ قافلہ حق کے سالار سید احمد شہید نے چند رسالے بھی تصنیف کئے تھے۔ (1) تنبیہ الغافلین (فارسی)، (2) رسالہ نماز (فارسی)، (3) رسالہ در نکاح بیوگان (فارسی)، (4) صراط مستقیم (فارسی، مولانا عبدالحئی نے قیام مکہ میں اس کا ترجمہ عربی میں کیا تھا)، (5) ملہمات احمدیہ فی الطریق الاحمدیہ۔

معرکہ بالاکوٹ کے بعد صادق پور (پٹنہ) کے دو بھائیوں مولوی ولایت علی اور مولوی عنایت علی نے سرحد آ کر تحریک جہاد کی قیادت کی۔ انہوں نے اسلام گڑھ کو مرکز بنا کر فتح گڑھ (بالائی ہزارہ) کے معرکے میں پورا سکھ لشکر تہ تیغ کر دیا۔ (1846ء)۔ اسی مرکز سے مجاہدین بعد میں جموں و کشمیر کے ہندو ڈوگرہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ مولوی ولایت علی 1852ء میں اور مولوی عنایت علی مارچ 1858ء میں وفات پا گئے۔ اپریل 1858ء میں انگریز جرنیل سڈنی کاٹن نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ پنجتار کو توپوں کی گولہ باری سے تباہ کر دیا۔ پھر چنگلئی، منگل تھانہ اور ستھانہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، مجاہدین ملکا منتقل ہوگئے۔ آخری معرکہ دسمبر 1863ء میں درہ امبیلا سے آنے والی آٹھ ہزار انگریزی سپاہ اور ملکا کے 200 مجاہدین میں برپا ہوا جو اپنے امیر عبداللہ کی قیادت میں مردانہ وار لڑتے ہوئے سب شہادت پا گئے۔

❁❁❁

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ لاہور غربی کی تنظیم اقبال ٹاؤن کے مبتدی رفیق جاوید اقبال حسن وفات پا گئے۔

☆ حلقہ لاہور غربی کی تنظیم چوہنگ کے مبتدی رفیق محمد امین وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تناظیم اولڈ سٹی کے مبتدی رفیق جناب سیف اللہ وفات پا گئے۔

☆ حلقہ لاہور غربی کے منفرد اسرہ دفتر حلقہ کے رفیق اعجاز خان کے سسر وفات پا گئے۔

☆ حلقہ ملتان غربی کے رفیق محمد جاوید اقبال انصاری کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0308-7612338

☆ نیو ملتان کے امیر جناب عطاء اللہ خان کا نومولود بچہ وفات پا گیا۔

برائے تعزیت: 0333-6104905

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

بقیہ: معاشی ترقی کا اصل راز

تھے کہ ہر شہر، ہر نگر اور ہر گلی میں قبضہ مافیا کا راج ہوگیا۔ یہاں تک کہ بات چائنہ کٹنگ اور جعلی ہاؤسنگ سوسائٹیز تک جا پہنچی۔ اس لوٹ مار پر قوم کو مطمئن رکھنے کے لیے اگرچہ احتساب کا ایک کھیل بھی جاری رہا لیکن یہ کھیل جس بساط پر کھیلا گیا وہ ہمیشہ سیاسی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبضہ مافیا پھیلتا گیا اور کرپشن ملکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کو بھی کھوکھلا کر گئی۔

اب 71 سال بعد اگرچہ کرپشن اور قبضہ مافیا کے خلاف بظاہر اقدام تو نظر آ رہا ہے جو کہ خوش آئند ہے لیکن اس ساری جدوجہد کو بامقصد اس وقت تک نہیں بنایا جا سکتا جب تک کہ ذاتی دولت پر قومی معیشت کا تصور غالب نہ آجائے۔ موجودہ حکومت کو زیادہ سے زیادہ اس تصور کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ملکی جاگیر وہی ہوتی ہے جو ملک کے پاس ہو اور قومی دولت وہی ہوتی ہے جو قوم کے پاس ہو۔ پھر چاہے تو قوم اس دولت سے ڈیم بنائے، چاہے تو خلائی مشن بھیجے یا پھر خلائی ٹھکانے بنائے۔

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے قومی اور ملکی املاک اور زمینوں پر قبضہ مافیا کا قبضہ ختم کرنے کے ساتھ ساتھ لوٹی ہوئی بیرونی دولت بھی واپس لا کر قومی خزانے میں جمع کرائی جائے۔ اس قومی دولت سے صنعتی شعبے کو ترقی دی جائے، پی آئی اے، ریلوے کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے، ملکی مصنوعات اور زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کو عام کیا جائے، صنعتی اور تجارتی شعبے میں نئے اور منافع بخش یونٹ قائم کیے جائیں۔ اس طرح جہاں ملکی پیداوار اور زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوگا، تجارتی خسارہ بتدریج کم ہوگا، وہاں ملک میں روزگار بھی بڑھے گا اور غربت میں کمی آئے گی، ملکی معیشت ترقی کرے گی اور بیرونی امداد اور سہاروں سے بھی نجات ملے گی۔ ملک اپنی پالیسیوں میں خود مختار اور قوم مغرب کی غلامی آزاد ہو جائے گی۔ ❁❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ اسلام آباد کے ملتزم رفیق عبدالرحمٰن افضل کے والد محترم کا گردے کا آپریشن ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

برائے بیمار پرسی: 0323-6464374

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی وفاقی وزراء کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس

محمد سمیع

عزت مآب صدر مملکت جناب عارف علوی صاحب نے حامد میر کے ساتھ انٹرویو کے دوران اسلامی نظریاتی کونسل کو فنکشنل کرنے کی بات کی تھی۔ اس کا ایک حالیہ مظہر کونسل کے چیئرمین کی دو حکومتی وزراء کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اس کانفرنس کے دوران کافی امید افزاء باتیں سامنے آئی ہیں۔ ایک شکوہ کونسل کے چیئرمین محترم ڈاکٹر قبلہ ایاز کی جانب سے کیا گیا کہ ماضی میں کونسل کو نظر انداز کیا گیا۔ اب ان کا یہ شکوہ دور ہو جانا چاہیے کیونکہ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور محترم پیر نور الحق قادری اور وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور جناب علی محمد خان پریس کانفرنس میں موجود تھے ۔وفاقی وزیر برائے مذہبی امور نے تسلیم کیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل ایک اہم ادارہ ہے جو ریاست کے مذہبی اور اسلامی معاملات کی دیکھ بھال کرتا ہے اور حکومت کو مفید مشوروں سے نوازتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کونسل کی وہ سفارشات جو قابل عمل ہیں ان پر فوری عملدرآمد ہونا چاہیے اور یہ سفارشات عوام کے سامنے بھی لائی جانی چاہئیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہماری کوشش ہوگی کہ وزارت مذہبی امور ، وزارت تعلیم ، وزارت داخلہ ، وزارت پارلیمانی امور اور وزارت قانون وانصاف مسلسل اسلامی نظریاتی کونسل سے رابطے میں رہیں تاکہ پاکستان کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے اسکالرز سے رہنمائی لی جاسکے۔ وزیراعظم بہت جلد نظریاتی کونسل کے ارکان سے ملاقات کریں گے جس میں کونسل کی سفارشات اور دیگر امور پر بات چیت کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام قرآن وسنت سے متصادم جاری قوانین کا جائزہ لینا اور انہیں اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے حکومت کو سفارشات پیش کرنا ہیں اور جب سے یہ کونسل قائم ہوئی ہے اس نے سفارشات کی ڈھیر لگادی ہے لیکن ماضی کی حکومتوں نے ان سفارشات کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ حکومت ان سفارشات پر عمل درآمد کے لیے کیا اقدامات کرتی ہے۔ اب تک کی تمام سفارشات عوام کے سامنے بھی لائی جانی چاہئیں اور انہیں پارلیمنٹ میں غور وخوض کے بعد زیر بحث بھی لانے کی ضرورت ہے تاکہ قانون سازی کے لیے راہ ہموار ہوسکے۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور نے قوم کو یہ خوشخبری دی ہے کہ توہین انبیاءؑ کے سدباب کے لیے عالمی قانون بنانے کے لیے پاکستان امت مسلمہ کی قیادت کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت نے توہین رسالت کے ضمن میں پہلی مرتبہ سنجیدہ کوششیں کی ہیں اور اس کے خاطر خواہ نتائج بھی آئے ہیں۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مسلم ممالک سے رابطہ کرکے مشترکہ کوششیں کی جائیں ۔اس سلسلے میں او آئی سی، عرب لیگ اور رابطہ عالم اسلامی جیسے اداروں کو بھی متحرک کیا جائے۔ حال ہی میں یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق نے ایک مقدمے میں فیصلہ دیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی آزادی اظہار رائے نہیں بلکہ انتشار اور فساد کا باعث ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فیصلے سے یورپ میں گستاخوں کو ناپاک جسارت سے روکنے کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ تاہم اس سلسلے میں اگر تمام مسلم ممالک مل کر سفارتی سطح پر کوششیں کریں تو ان شاء اللہ مثبت نتائج برآمد ہونے کی توقع ہے۔ پریس کانفرنس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ سود کے حتمی خاتمے کے لیے پہلے قدم کے طور پر بلاسود بینکنگ کو فروغ دیا جارہا ہے۔ بلاسود بینکاری جسے اسلامی بینکنگ کا نام دیا گیا ہے، کے بارے میں نہ صرف علماء کے ایک گروہ بلکہ ماہرین معاشیات نے بھی تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے سودی بینکنگ نظام کے ساتھ بلاسود بینکاری کے نظام کو جاری رکھ کر سود کا مکمل خاتمہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وفاقی شرعی عدالت نے بینکنگ کے سود کے بارے میں جو فیصلہ 1991ء میں دیا تھا اور جس پر عملدرآمد کی بجائے مختلف حکومتوں نے مختلف بہانوں سے تاخیری حربے کرر کھے تھے اور اس ضمن میں جس حکومتی اپیل کے خلاف مقدمے کی سماعت عدالت میں جاری ہے اس کو حکومت واپس لے اور فیصلے پر فوری طور پر عملدرآمد کروائے۔ پریس کانفرنس میں وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور جناب علی محمد خان نے کہا کہ وزیراعظم بار بار کہہ چکے ہیں کہ ریاست مدینہ کے طرز پر پاکستان بنانا چاہتے ہیں تاکہ ملک میں قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے ہوسکیں۔ لیکن قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے تو اس وقت ممکن ہوں گے جب یہاں اسلام کا نظام عدل قائم اور شرعی قوانین نافذ ہوں۔ اس بارے میں اب تک نہ وزیراعظم کا کوئی بیان سامنے آیا ہے اور نہ اس جانب کوئی حکومتی سطح پر پیش رفت نظر آرہی ہے۔ جس سے ان کے اس مبارک عزم کے بارے میں عوام کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہورہے ہیں جن کا فوری ازالہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کی پیشکش

CALENDAR 2019

3 صفحات پر مشتمل شمسی وقمری کیلنڈر

قرآنی آیات کی خوبصورت خطاطی سے مزین

☆4 دیدہ زیب رنگ ☆ خوبصورت ڈیزائن

☆ عمدہ آرٹ پیپر ☆ سائز "18"x23

خصوصی رعایتی قیمت 60 روپے

رفقاء واحباب یہ خوبصورت کیلنڈر خود بھی لیں اور دعوتی نقطہ نظر سے خرید کر احباب میں تحفہ کے طور پر تقسیم کریں

رفقاء تنظیم اسلامی کیلنڈر حاصل کرنے کے لیے اپنے مقامی مراکز کے ذریعے رابطہ کریں

مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی
36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-(042)35869501
media@tanzeem.org

مرکز تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ، چوہنگ لاہور
فون: 79-(042)35473375
markaz@tanzeem.org

www.tanzeem.org

Editor's Note: In recent times, many secular and liberal "scholars" have made claims that Allama Muhammad Iqbal had a "soft corner" in his heart for Qadianis (also known as Ahmadis). Some have even gone to the extent of suggesting that Allama Muhammad Iqbal condoned the teaching of the accursed false Prophet Mirza Ghulam Ahmed.

Below is the transcript of a letter written by Sir Allama Muhammad Iqbal addressed to Jawaharlal Nehru, in which he clearly disowns the Qadiani/Ahmadiyya movement and their false Prophet, calling them traitors of Islam! This should put the ideological mischief created by the Qadianis (Ahmadis) as well as like-minded secular and liberal "scholars" about Iqbal to rest, once for all.

Ahmadis are Traitors

Both to Islam and to India

(ALLAMA IQBAL'S LETTER TO PANDIT JAWAHARLAL NEHRU)

LAHORE
June 21, 1936

My dear Pandit Jawaharlal,

Thank you so much for your letter which I received yesterday. At the time I wrote in reply to your articles I believed that you had no idea of the political attitude of the Ahmadis. Indeed the main reason why I wrote a reply was to show, especially to you, how Muslim loyalty had originated and how eventually it had found a revelational basis in Ahmadism. After the publications of my paper I discovered, to my great surprise, that even the educated Muslims had no idea of the historical causes which had shaped the teachings of Ahmadism. Moreover, your Muslim Admirers in the Punjab and elsewhere felt perturbed over your articles as they thought you were in sympathy with the Ahmadiyya movement. This was mainly due to the fact that the Ahmadis were jubilant over you articles. The Ahmadi press was mainly responsible for the misunderstanding about you. However, I am glad to know that my impression was erroneous. I myself have little interest in theology, but had to dabble in it a bit in order to meet the Ahmadis on their own ground. **I assure you that my paper was written with the best intentions for Islam and India. I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and to India.**

I was extremely sorry to miss the opportunity of meeting you in Lahore. I was very ill in those days and could not leave my rooms. For the last two years, I have been living a life practically of retirement on account of continued illness. Do let me know when you come to the Punjab next. Did you receive my letter regarding your proposed Union for Civil Liberties? As you do not acknowledge it in your letter I fear if never reached you.

Yours Sincerely
Muhammad Iqbal

Editor's Note: *Bold and underline formatting added to the original text by the editorial team of Nida-e-Khilafat for emphasis.*

Source: This letter has been copied from a book "A BUNCH Of OLD LETTERS", published by Asia Publishing house, Bombay, Culcutta, New Delhi, Madras.

Note of Thanks:

1- Aalami Majlise Tahffuze Khatme Nubuwwat, London, UK.

2- Monthly, Hikmat-e-Baligah, Jhang, Pakistan.

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.48

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore